1072

نظیر کا دیس پریم

نظیر اکبرآبادی کی بیس نظموں کا مجموعہ



پیش لفظ

از

پنڈت اجودھیا پرشاد صاحب پاٹھک
ایڈوکیٹ آگرہ

مرتبہ

نظامی بدایونی

۱۹۴۳ء

فہرست مضامین



ولي محمد نظیر اکبر آبادی
متوفی ۱۸۳۰ع

پیش لفظ

پنڈت اجودھیا پرشاد پاٹھک بی۔ اے۔ ایل ایل بی ایڈووکیٹ آگرہ۔

کا لکھا ہوا

میاں نظیر آگرہ کے رہنے والے تھے۔ آگرہ شاہی زمانہ کا بسا ہوا شہر تھا جس نے ایک وقت میں شاہی ٹھاٹ دیکھے تھے اور جس کی رونق سلطنت مغلیہ کے زوال کے ساتھ ساتھ پھیکی پڑ گئی تھی۔

سو سوا سو سال پہلے کی بات ہے ہندو مسلمان مل جل کر آباد تھے۔ شہر کے محافظوں کی صورت میں چار کونوں پر چار مہادیو بھیروں اور چار اولیا اب تک موجود ہیں جنھیں ہندو مسلمان ایک ہی جذبہ سے مانتے مناتے ہیں۔ آپس میں بھائی چارہ ایسا تھا کہ ایک دوسرے جلسوں اور تہواروں میں محبت سے شامل ہوتے تھے۔ کوئی تماشا ایسا نہ تھا جس میں ہندو مسلمان دونوں کندھے سے کندھا ملا کر جمع نہ ہوتے ہوں۔ غرض مذہب دل میں اور گھر کے اندر ہی رہتا تھا ایک دوسرے کا لحاظ کرتا تھا۔ گھر سے باہر ہندو مسلمان ایک دیش کے باشندے ایک مٹی کے بنے ایک ماتا کے

سپوت تھے۔ روزمرّہ کی زبان ایک ہی تھی۔ آج کل جیسی آدھی سنسکرت ملی ہوئی ہندی اور ایسی اردو کا جس میں تین چہارم عربی ترکی اور فارسی ملی ہوئی ہو رواج نہ تھا۔ خاص کر شاعری کی دنیا تو اس بیماری سے بالکل بری تھی۔

زمانہ کی روش کی بدولت صوفی بیراگی مست کا زور تھا۔ سلطنت مغلیہ کی اُجڑی ہوئی حالت نے سنسار اور سنسار کی بہار کی چھاپ دل پر لگا دی تھی۔ ہنسی خوشی چہل پہل میں بھی یہ بات بھلائے نہ بھولتی تھی اور شاید یہ بھی ایک وجہ باہمی میل جول کی ہو۔ اسی فضا میں ہمارے میاں نظیر نے پرورش پائی اور بڑے ہوئے۔ پاکیزہ اخلاق۔ سادگی کی مورت سادہ منش میاں نظیر گھوڑیا پر چڑھکر ہر روز تاج گنج سے دلی خاں کے اُجڑے کھنڈروں کو پار کرتے قلعہ کے نیچے شاہی محلوں کی چھایا اور جمنا جی کی بہار دیکھتے شہر کو آتے۔ آگرہ فورٹ کا ریلوے اسٹیشن اوس وقت بنا نہ تھا۔ ترپولیا میں آکر گھوڑیا کو چھوڑ دیتے اور آگرہ کے تنگ بازار اور گلی کوچوں میں دو طرفہ چھوٹے بڑے۔ بوڑھے، جوانوں سے سلام و دعا رام کرشنا کرتے۔ ہنستے بولتے۔ مائی تھان پھلٹی تک آتے۔ وہاں لڑکے پڑھاتے اور دن گزار کر شام کو لوٹ جاتے۔ نمایش اور دکھاوے سے انھیں دلی نفرت تھی فرمایا ہے۔ ۵

وہ دیکھ شیخ کو لاحول پڑھ کے کہتا ہے ÷ یہ آئے دیکھیے داڑھی لگا کے سن کی سی

کوئی میلہ تماشا چاہے ہندوؤں کا ہو چاہے مسلمانوں کا میاں نظیر سے نہ چھوٹتا یہی وجہ ہے کہ اپنی نظموں میں اونھوں نے خوبی سے سب میلے تماشوں کا ذکر کیا ہے نظیر کا روزانہ پروگرام اُن کے ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے۔

آیا جو دل میں سیر چمن کو چلے گئے ⁂ بازار چوک سیر تماشے میں خوش ہوئے
بیٹھے اُٹھے خوشی میں ہر ایک جا چلے پھرے
جاگے مزے میں رات کو یا خوش ہو سو رہے

میاں نظیر کے کلام کے مطالعہ سے ایک گری ہوئی سلطنت کا، ایک اُجڑے شہر کا اُس زمانہ کی پبلک کی حالت کا اُس کے رہن سہن اور علم و ادب و تمدن کا دل خوش کن تاریخی سماں سامنے آجاتا ہے۔

میاں نظیر نے بہت کچھ کہا اور خوب کہا ان کا ڈھنگ اپنا انوکھا طرز ہے ہندوستانی بول چال کے وہ اوستاد تھے۔ وہ ایسی زبان لکھتے تھے جو عام لوگ آسانی سے سمجھ جائیں۔ موقعہ موقعہ کے لفظ تراشش کر اونھوں نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ ہندوستانی زبان میں وسیع ہونے کی بہت کچھ گنجایش ہے۔ جس طرح گوسوامی تلسی داس نے غیر ملکی الفاظ کو ہندی کی پوشاک پہنا کر اپنی شاعری میں آزادی کے ساتھ استعمال کیا ہے اسی طرح میاں نظیر بھی ہندوستانی خیالات اور ٹکسال میں ڈھلے ہوئے لفظوں کو اپنی نظموں میں

لائے ہیں ۔

(۱) نبولی پلپتی ہے ۔ انگور آم سڑتے ہیں ۔ (۲) جب آتش سے سورج کے ڈھلا رات کا گجرا ۔۔ (۳) کپڑے جو پہنیے تو پسینے سے آئیں

اپنی تعریف اردو شاعروں نے اکثر کی ہے جسے تعلی کہتے ہیں ۔

خیال گوئی میں تو یہ روگ بہت بڑھا ہوا ہے ۔ وہاں تو ہر دم بے چارگی عدو پر پوچھا رہوتی رہتی ہے لیکن میاں نظیر غزلوں میں اس قسم کی تعلی بہت کم پائی جاتی ہے ایک جگہ کہا ہے ۔

نظیر ایک غزل اس زمیں میں اور بھی لکھ   کہ اب تو کم ہے روانی تری سخن کی سی

آگرہ اور آگرہ کی ہر ایک چیز پر میاں نظیر جان دیتے تھے ۔

" آگرہ ہم پہ فدا اور ہم فدائے آگرہ " اُن کا مشہور نعرہ ہے ۔

چمپا اور موتیا کا عطر آگرہ کی خاص چیز ہے کہا ہے :-

"چمپا کا عطر مل کر موقعہ سے پھر خوشی ہو"

ککڑی بھی آگرہ کی پتلی نرم اور خوش ذائقہ دار ہوتی ہے ۔ اس پر ایک پوری نظم لکھی ہے فرمایا ہے ۔

---

۱ آموں کی طرح پال میں رکھکر پکاتے ہیں ۔ ۲ کاجل ڈھل گیا ۔

۳ ۔ پسینہ سے تر ہو جائیں ۔

کیا پیاری پیاری میٹھی اور پتلی پتلیاں ہیں　　گنے کی پوریاں ہیں ریشم کی تکلیاں ہیں
فرہاد کی نگاہیں شیریں کی ہنسلیاں ہیں　　مجنوں کی پسلیاں ہیں لیلیٰ کی انگلیاں ہیں

تاج گنج کے روضہ سے تو ایسی محبت تھی کہ باہر سے بلاوا آنے پر بھی نواب اودھ کے یہاں اُسی کی خاطر نہ گئے۔ شہر آشوب میں آگرہ کی حالت پر کیا بلکہ دیش کی دشا پر چار چار آنسو رو رہے ہیں۔

میاں نظیر نے اپنی نظموں میں دیسی باتوں کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے۔ ایرانی بلبل کے ساتھ دیسی کوئل اور پپیہوں کو، گل و سنبل اور نرگس کی جگہ دیسی کمل کو، شراب کے مقابلے پر بھنگ کو، عید و شب برات کے برابر ہولی دیوالی کو اور رستم و سکندر اور دارا کے ساتھ ساتھ دیسی ہیروں کو یہاں تک کہ پیروں کے ساتھ دیوی دیوتاؤں کو بھی عزت اور جذبے سے یاد کیا ہے لکھتے ہیں ؎
"تیری سرن گہی ہے کر تو نہال مجھ کو" "سری کرشن کہو سری کرشن کہو سری کرشن کو اوتاری ہیں"
"سب چین ہوئے آنند ہوئے بم شنکر بولو ہری ہری"

یہ خیال رہے کہ غدر ۱۸۵۷ء کے بعد ہندی کے شاعر بھی ایسے گزرے ہیں جو مذہبی جھگڑوں سے علیحدہ رہتے تھے۔ اس زمانہ کے استاد دینا لال اور بنارسی گر کے مرثیے اور سلام اور حقانی غزلیں بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔

اس ہندو شاعر نے کہا ہے:-

تخم خدا اور شاخ پیمبر برگ اولیا ولی ہیں گل ۔ بنارسی کہے اُس درخت پر قرآن پڑھتے طوطے ہیں

سچ بھی یہی ہے کہ :-

گھنٹہ ہو کہیں جھانجھ کہیں سنکھ کہیں بانگ جب غور سے دیکھا تو اُسی کے ہیں یہ سب انگ

اور اسی کے رجھانے کو انسان طرح طرح کے روپ رچتا ہے ۔

سب کا چھ کچھے سب ناچ نچے اُس رسیا چھیل رجھانے کو

سوامی تلسی داس کہہ گئے ہیں :-

جگ پیکھن تم دیکھن ہارے بدھ ہر شنبھو نچاون ہارے

جس طرح ناٹک گھر میں سب ہی چیزیں اصلیت سے خالی ہوتی ہیں -

اسی طرح :-

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا مشین بدن تھا معطر کفن تھا

جو قبر کہن اُن کی اکھڑی تو دیکھا نہ عضو بدن تھا نہ تارِ کفن تھا

میاں نظیر کے بنجارہ نامہ ۔ کوڑی نامہ ۔ سائیں کی صدا ۔ دنیا کا تماشہ

وغیرہ نظمیں پڑھنے کے قابل ہیں -

اب تک نظیر کے کلام کے کئی ایڈیشن نکلے لیکن ہندی کا کوئی اچھا ایڈیشن اب تک دیکھنے میں نہیں آیا ۔ بدایوں سے جناب نظامی صاحب اُس کا نیا ایڈیشن ہندی اور اردو میں نکال رہے ہیں ۔ اس میں بہت

تھوڑی نظمیں آسکی ہیں۔ صرف اُن نظموں کو لیا گیا ہے جو ہند و مسلمانوں میں سنگھٹن۔ بھائی چارہ اور محبت پیدا کرنے والی ہیں اس لیے یہ مجموعہ اپنے ڈھنگ کا نیا اور مفید مجموعہ ہے۔

اگر اس ایڈیشن نے پبلک کے رجحان کو نظیر کی نظموں کی طرف مائل کیا اور اس کے پبلشر کی ہمت افزائی ہوئی تو مجھے قوی امید ہے کہ اسی طرح نظیر کی کلیات کا پورا ایڈیشن ہندی میں پبلک کے سامنے لایا جائے گا۔

اے۔ پی۔ پاٹھک

آگرہ۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء

نوٹ:۔ جو پیش لفظ ہندی ایڈیشن کے لیے ہندی میں لکھا گیا تھا یہ اُس کا اردو ترجمہ ہے۔

تعارف

نظیر اکبرآبادی جن کا نام ولی محمد تھا سنہ ۱۱۴۸ھ مطابق سنہ ۱۷۳۵ء میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ سلطنتِ مغلیہ کا زوال شروع ہوگیا تھا اور محمد شاہ ثانی کو سید حسین علی اور سید عبداللہ نے جو تاریخ میں بادشاہ گر کے نام سے مشہور ہیں بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھا دیا تھا۔ اسی زمانے میں دہلی پر نادر شاہ کا حملہ ہوا تھا اور بعدہ جب سنہ ۱۷۵۷ء میں احمد شاہ ابدالی نے چڑھائی کی تو نظیر اپنی ماں اور نانی کو لے کر اکبرآباد چلے آئے اور آگرہ میں محلہ تاج گنج کے قریب جو تاج محل کے نزدیک واقع ہے سکونت اختیار کر لی۔ وہیں ۲۶ صفر سنہ ۱۲۴۶ھ مطابق ۱۲ اگست سنہ ۱۸۳۰ء کو وفات پائی۔

کہا جاتا ہے کہ سو سال سے کچھ کم مدت کی زندگی میں نظیر نے دو لاکھ[1] اشعار سے کم سپردِ قلم نہیں کئے لیکن بدقسمتی سے ان کے کلام کا بڑا حصہ تلف ہوگیا۔ کلیاتِ نظیر میں جو کلام ملتا ہے اس میں بھی چھ ہزار سے کچھ زائد اشعار موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ نظیر ایک پُرگو شاعر تھا اور اسی کے ساتھ اس کی قادر الکلامی بھی

---

[1] ماخوذ از تاریخ ادبِ اردو از رام بابو سکسینہ (صفحہ ۲۴۰۔ اردو ایڈیشن)

شک نہیں ہو سکتا یہ دوسری بات ہے کہ اس کے زمانے کے دوسرے شعراء نے اس کے کلام کی قدر نہ کی اور اس کی زبان کو مستند نہ مانا لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ اردو کے کسی دوسرے شاعر کے کلام میں اتنے زیادہ الفاظ جتنے کہ نظیر نے استعمال کئے ہیں نہیں ملتے۔ اسی کو مولانا حالی نے* نظیر کے باکمال شاعر ہونے کا معیار قائم کیا ہے۔ نظیر کی شاعری کی قدر گو جیتے جی نہیں ہوئی لیکن مرنے کے بعد اس کا کلام مشنری تعلیم کی کتابوں میں داخل کیا گیا اور فقیروں کی صداؤں میں آج تک اس کی نظمیں سنی جاتی ہیں۔

ابھی اس کی وفات کو پورے پچاس برس بھی نہ گذرے تھے کہ ڈاکٹر ایس کے ڈبلیو فیلن جیسے قابل زباں داں کو یہ ضرورت محسوس ہوئی کہ وہ ایک ایسا لغت تیار کریں جس میں انگریزی الفاظ کے معنی ہندوستانی میں دیے جائیں۔ اور ہندوستانی لفظوں کی انگریزی دی جائے۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ۱۸۷۵ء میں انھوں نے فیلن ڈکشنری کی بنیاد ڈالی اور اس کے لئے ان کو اردو الفاظ کے ذخیرے تلاش کرنے پڑے اس سلسلہ میں انھیں نظیر کی نظموں سے بہت مدد ملی جس کا اعتراف انھوں نے اپنی لغت کے دیباچہ میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ صرف یہی شاعر ہے جس کی شاعری اہل فرنگ کے معیار کے مطابق سچی شاعری ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے سچی بات بھی لکھ دی۔ ہے کہ نظیر ہی ایسا شاعر ہے جس کے اشعار نے عام لوگوں کے

دل میں راہ کی ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں " نظیر میں دل و دماغ کی وہ تمام صفتیں موجود ہیں جو فطرتاً ذکاوت کو امتیاز بخشتی ہیں۔ نظیر کو اپنی زبان پر جو قدرت حاصل تھی اُس کا ذکر ڈاکٹر فیلن نے اس طرح کیا ہے۔

"نظیر نے مادری زبان کے خزانوں پر اپنا سکہ بٹھا دیا ہے۔ اس نے اُردو کے لیئے وہ کام کیا ہے جو چاسر اور شیکسپیر نے انگریزی ادب کے لیئے کیا ہے۔ اس نے ہندی الفاظ کو تمام اُن خوشنما ترکیبوں میں ظاہر کیا ہے جن میں وہ ظاہر ہو سکتے تھے"

نظیر کے متعلق ڈاکٹر فیلن نے جو کچھ اُنیسویں صدی میں لکھا تھا اُس کا اثر یہ ہوا کہ بیسویں صدی میں جو تذکرے لکھے گئے ان میں نظیر کے ساتھ وہ بے انصافی روا نہیں رکھی گئی جو متقدمین نے برتی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں رائے بہادر رام بابو سکسینہ نے انگریزی میں " ہسٹری آف اُردو لٹریچر" لکھی۔ بیسویں صدی کے انگریزی داں نوجوانوں کو اردو ادب کی خوبیوں سے روشناس کرنے کے لیے مرزا محمد عسکری نے اس کو اردو کا جامہ پہنا کر اردو داں پبلک کو اس سے مستفید ہونے کا موقع دیا اس میں فاضل مصنف نے نظیر کے کلام پر آزادانہ تنقید کر کے نہایت انصاف سے کام لیا ہے اور جس سے اس زمانہ کے تعلیم یافتہ گروہ کی صحیح رہنمائی ہوتی ہے۔ اسی کا اثر ہے کہ اردو نامور رسالوں میں نظیر کے کلام کے مختلف پہلوؤں پر

بحث اور تبصرہ نظر آئے نگاہ کی لکھنؤ کے مشہور رسالہ نگار نے جنوری ۱۹۴۰ء میں تقریباً سوا سو صفحہ کا ایک خاص نمبر نکالا جس میں ملک کے قابل مضمون نگاروں نے نظیر کی سیرت اور اس کی شاعری پر طبع آزمائی کی ہے۔ اسی زمانہ کے لگ بھگ نظیر کے محبوب وطن آگرہ میں بزم نظیر قائم ہوئی جس کی سرپرستی میں ہر سال یوم نظیر منایا جاتا ہے اور یہی انجمن سوانح نظیر جس میں نظیر کا غیر مطبوعہ کلام بھی شامل ہوگا "شراب کہنہ در جام نو" کے نام سے مرتب کر رہی ہے امید ہے کہ مسٹر حمید ناج محلی معتمد انجمن مذکور کی کوششیں اس باب میں کامیاب ہونگی۔ اور دنیا کے سامنے نظیر کے کلام کے پوشیدہ جواہرات جن کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے سامنے آجائیں گے۔

نظیر کے موجودہ ذخیرے میں جو نظمیں ملتی ہیں وہ گوناگوں مضامین کے لحاظ سے نہایت دلچسپ ہیں۔ کہیں نظیر واعظ کے رنگ میں نظر آتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ شیخ سعدی کی روح اس میں حلول کر گئی ہے۔ کہیں دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ کھینچ کر ایک فلسفی کا بھیس بدلتا ہے۔ کہیں عشق و عاشقی کا رنگ بھی جھلکتا ہے جس سے اس کی جوانی کی رنگینیوں کا پتہ چلتا ہے لیکن اس کے کلام کا بڑا حصہ بنی نوع انسان کی محبت، بلکہ حیوانات اور جانوروں کے ساتھ اس کی طبیعت کا خاص رجحان ظاہر کرتا ہے اس نے ہندوستان کے موسم

ہندوستان کے کھیل اور ہندوستان کے تیوہاروں پر جو طبع آزمائی کی ہے اِس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اصلی معنوں میں ملک کا جان نثار اور دیس بھگت تھا۔ نظیر کا مسلک صوفیانہ تھا۔ اُس نے تمام مذاہب پر گہری کی نظر ڈالی تھی۔ جیسا کہ ایک ترجیع بند سے جس کا عنوان فنا دبقا ہے ظاہر ہوتا ہے وہ لکھتا ہے: —

جھگڑا نہ کرے مذہب و ملت کا کوئی یاں ؛ جس راہ میں جو آن پڑے خوش رہے ہر آن
زنّار گلے یا کہ بغل بیچ ہو قرآن ؛ عاشق تو قلندر ہیں نہ ہندو نہ مسلماں

کافر نہ کوئی صاحب اسلام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

اُس کے مزاج میں مذہبی تعصب نام کو نہ تھا وہ ہندو مسلمان دونوں کے تیوہاروں سے یکساں لطف اُٹھاتا تھا اور یہی وجہ ہے کہ جہاں اس کی کلیات میں عید اور شب برات پر نظمیں پائی جاتی ہیں۔ ہولی۔ دیوالی اور بسنت جیسے ملکی تیوہاروں کی چہل پہل کو بھی اس خوبی سے نظم کیا ہے جس سے اُس کی ہمدردی اور دوسرے مذاہب کے ساتھ رواداری ظاہر ہوتی ہے اُس نے نہ صرف ہندوؤں کے تیوہاروں پر قلم اُٹھایا ہے بلکہ اُن کے معتقدات کی تصویر کھینچ کر اپنی وسیع النظری کا ثبوت دیا ہے۔ جاڑوں میں آگرہ کے قریب بلدیو جی کا میلہ ہوتا ہے اس میلہ پر جو نظم لکھی ہے وہ اپنی آپ نظیر ہے۔ اِسی طرح بھیروں بابا۔ درگا جی کے درشن

کی نظمیں ظاہر کرتی ہیں کہ نظیر اپنے ہندو بھائیوں کی رسوم میں کس قدر دلچسپی لیتا تھا اور نظم کے ذریعہ سے اُن کے مناظر اُس نے اس خوبی سے پیش کئے ہیں کہ گویا وہ خود بھی اُن میں شریک رہا ہو۔ اس کی رکھشا بندھن کی راکھیوں پر جو نظم ہے اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہو کہ آج سے ڈیڑھ سو برس پہلے ہندو و مسلمانوں کے تعلقات ایسے شگفتہ تھے جن سے متاثر ہو کر نظیر نے ان نظموں کو لکھا تھا۔ اس کی ان نظموں سے ظاہر ہے کہ اس کا دل تعصب سے پاک تھا۔ دیس کی محبت اُس کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان اپنے بھائی ہندوؤں کی رسموں سے واقف ہو کر اُن کے ساتھ یگانگت کا برتاؤ کریں اور دیکھیں کہ اس قدر ساتھ رہنے کے اثر سے مسلمانوں کے یہاں ہندوؤں کی شادی وغیرہ کی رسمیں کس حد تک سرایت کر گئی ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ مسلمانوں کے یہاں یہ رسوم کچھ صورت بدل کر پہنچی ہیں۔

نہ صرف نظیر کے زمانہ میں بلکہ اُس کے بعد تک مسلمانوں میں گہرے سماجی تعلقات رہے ہیں۔ اس زمانہ کے ہندوؤں میں چھوت چھات موجودہ تعلیم یافتہ طبقہ کی نسبت بہت زیادہ تھی لیکن باوجود اس کے ہندو مسلمانوں کی شادی غمی میں اور مسلمان ہندوؤں کی شادی غمی میں شریک ہوتے تھے اور نہ صرف یہ بلکہ اُن کے دوستانہ تعلقات آیندہ نسلوں تک چلتے تھے اگر ہندو مسلم بزرگوں میں دوستی کے سبب بھائی چارہ قائم ہو جاتا

تو اُن کی اولادیں چچا تاؤ کا رشتہ قائم کر لیتیں۔

اِس مجموعہ میں کل بیس نظمیں شامل ہیں جن میں کنہیا جی کے جنم وغیرہ کی نظموں کے علاوہ وہ نظمیں بھی ہیں جو ہندوستان کے پرلطف موسموں پر لکھی گئی ہیں مفلسی کی مقبول نظم ناظرین پڑھینگے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس کے زمانہ میں بھی ہمارا ملک افلاس کی بلا میں مبتلا تھا اِس نے اِس نظم میں اِن عیوب کو جو افلاس سے کسی قوم میں پیدا ہوجاتے ہیں نہایت قابلانہ طریقے سے پر اثر الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

اس مجموعہ کا نام "نظیر کا دیس پریم" رکھا گیا ہے - اس میں نظیر کی کلیات سے جو عطر کھینچا گیا ہے کیا عجب ہے کہ اِس کی مہک اور خوشبو ہندو مسلم تعلقات کی اُس گندگی کو جو ہمارے ملک کی بدقسمتی سے پیدا ہوگئی ہے دفع کرنے میں اکسیر کا کام دے اور اس کتاب کی اشاعت کا مقصد پورا ہو - فقط

نظامی بدایونی

بدایوں - ۴ ستمبر ۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۵

ہر کی تعریف میں

میں کیا کیا وصف کہوں یارو اُس شام برن اوتاری کے ـ سری کشن کنہیا مُرلی دھر من موہن کنج بہاری کے

گوپال منوہر سانولیا گھنشیام اٹل بنواری کے ـ نند لال دُلارے سندر چھب برج چند مکٹ جھلکاری کے

گردھوم لٹیا ددھ مکھن رنچھوڑ نول گردھاری کے ـ بن کنج پھریا اِس چین سکھدائی کا نہ مراری کے

ہر آن دلھلائے روپ نئے ہر لیلا نیاری نیاری کے ـ پت لاج رکھیا دکھ بھنجن ہر بھگتی بھگتا دھاری کے

نت ہر بھج ہر بھج رے بابا جو ہر سے دھیان لگاتے ہیں

جو ہر کی آسا رکھتے ہیں ہر اُن کی آس بجاتے ہیں

جو بھگتی ہیں سو اُن کو تو نت ہر کا ناؤں سہاتا ہے ـ جس گیان میں ہر سے نیہہ بڑھے وہ گیان انھیں خوش آتا ہے

نت من میں ہر ہر بھجتے ہیں ہر بھجنا اُن کو بھاتا ہے ـ سکھ من میں اُن کے لاتا ہے دکھ اُن کے جی سے جاتا ہے

من اُن کا اپنے سینے میں دن رات بھجن ٹھہراتا ہے ـ ہر نام کی سمرن کرتے ہیں سکھ چین انھیں دکھلاتا ہے

جو دھیان بندھا ہی چاہت کا وہ اُن کا من بہلاتا ہے ـ دل اُن کا ہر ہر کہنے سے ہر آن نیا سکھ پاتا ہے

ہر نام کے جاپنے سے من کو خوش نیہہ جتن سے رکھتے ہیں

نت بھگتا جتن میں رہتے ہیں اور کام بھجن سے رکھتے ہیں

جو من میں لیٹنے نشچہ کر کے دوارے ہر کے آن پڑے — ہر وقت مگن ہر آن خوشی کچھ نہیں من میں ہیں لاتے
ہر نام بھجن کی پرواہ ہے اور کام اُسی سے ہیں رکھتے — ہے من میں ہر کی یاد لگی ہر سمرن میں خوش ہیں رہتے
کچھ دھیان نہ اِدھر اُدھر کا ہے آسا ہے ہیں من دھرتے — جس کام سے ہر کا دھیان رہے ہیں کام وہی ہر دم کرتے
کچھ آن اٹک جب پڑتی ہے من بیچ نہیں چنتا کرتے — نت آس لگائے رہتے ہیں سُن سب کی کرپا کرتے

ہر کا سچ ہیں ہر کرپا سے وہ من میں بات رٹت ہیں
من موہن اپنی کرپا سے نت اُن کے کاج سنوارت ہیں

سی کِشن کی جو جو کرپا ہیں کب مجھ سے اُن کی ہو گنتی — ہیں جتنی اُن کی کرپائیں اِک یہ بھی کرپا ہے اُن کی
مذکور کروں جس کرپا کا وہ بنتی ہے اس حکایت سنئی — جو اِک بستی ہے جونا گڈھ واں رہتے تھے مہتا نرسی
تھی نرسی کی اُس نگری میں دوکان بڑی صرافہ کی — بیوپار بڑھا صرافی کا تھا بستا لیکھن اور بہی
تھا روپیا اور فرش بچھا پرتیت بہت اور ساکھ بڑی — تھے ملتے جلتے ہر اک سے اور لوگ تھے اُن سے بہت خوشی

کچھ لیتے تھے کچھ دیتے تھے اور بہیاں دیکھا کرتے تھے
جو لین دین کی باتیں تھیں پھر اُن کا لیکھا کرتے تھے

دن کتنے میں پھر نرسی کا سی کِشن چرن سے دھیان لگا — جب بھگتی ہر کے کہلائے سب لیکھا جوکھا بھول گیا
سب کاج بسارے کام تجے ہر نام بھجن سے من لاگا — جا بیٹھے سادھو اور سنتوں میں نت سنتے ہر کی کِشن کتھا
تھا جو کچھ دوکان بیچ رکھا وہ دربا جمع اور پونجی کا — مدھ پریم کے ہو کر متوالے سب سادھوں کو ہی بانٹ دیا
جو بیٹھے ہر کے دوارے پر سب گٹھ سے ہاتھ اٹھا بیٹھا — سب چھوڑ بکھیڑے دنیا کے نت ہر سمرن کا دھیان لگا

ہر سمرن سے جب دھیان لگا پھر اور کسی کا دھیان کہاں
جب چاہت کی دوکان لٹی پھر پہلی وہ دوکان کہاں

کیا کام کسی سے اس من کو جس من کو ہر کی آس لگی
پھر یاد کسی کی کیا اس کو جس من نے ہر کی سمرن کی
سکھ چین سے ہر کے دوارے پر سنتو کو ملا آنند ہوئی
بیوپار ہوا جب چاہت کا پھر کیسی لیکھن اور بہی
نے کپڑے لتے کی پروا نے چنتا لوٹیا تھالی کی
جب من کو ہر کی بھینٹ کیا پھر اور ہی کچھ پرتیت ہوئی
دھن جتنی لین اور دین کی تھی سب من کو بھولی اور بسری
نت دھیان لگا ہر کرپا سے ہر آن خوشی اور خوش وقتی

تھی من میں ہر کی پریت بھری اور بھگتی کے تو رسیے تھے
کچھ فکر نہ تھا سندیہ نہ تھا ہر نام بھجن سے جیتے تھے

نت من میں ہر کی آس دھرے خوش رہتے تھے واں تو ہم سی
اک بیٹی الّھڑ سی تھی سو دور کہیں وہ بیاہی تھی
اور بیٹی کے گھر جب شادی واں ٹھہری بالک ہونے کی
تب آئیں ادھر ادھر سے سب ناریاں اس کے کنبے کی
مل بیٹھیں گھر میں ڈھول بجا آنند خوشی کی دھوم مچی
سب ناچیں گائیں آپس میں یہ ریت جو شادی کی ہوتی
کچھ شادی کی خوش وقتی تھی کچھ سونٹھ سٹھوری کی ٹھہری
کچھ جھمک جھمک تھی برق کی کچھ خوبی کاجل مہندی کی

یہ رسم بھی گھر بیٹی کے جب بالک منہ دکھلاتا ہے
تب نانا اس کی چھوچھک کا ننہال سے بھی کچھ جاتا ہے ۔

واں ناریاں جتنی بیٹھی تھیں سمدھیانے میں آرسی کے
سب نے سی کی واں بیٹی سے یہ بولیں ہنس کر طعنہ دے
کچھ ریت نہیں آئی اب تک اے لال تمہارے میکے سے
اور دل میں سمجھتی جاتی سب وہ کیا ہیں اور کیا بھیجیں گے

تب بولی بیٹی نرسی کی اُن ناریوں سے آکر آگے　　وہ بھگتی ہیں بیراگی ہیں جو گھر میں تھا سو کھو بیٹھے
وہ بولیں کچھ تو لکھ بھیجو یہ بولی کیا اُن کو لکھیے　　کچھ اُن کے پاس دھرا ہوتا تو آپ ہی وہ بھجوا دیتے

جو چٹھی میں لکھ بھیجو گی وہ بانچ اُسے پچھتاوینگے
اک دمڑی اُن کے پاس نہیں وہ چھوچھک کیا بھجوا دینگے

اُن ناریوں کو تو کرنی تھی اُس وقت ہنسی اُن نرسی کی　　بلوا کے لکھیا جلدی سے یہ بات اُنھوں نے لکھوا دی
ساماں میں جتنے چھوچھک کے سب بھیجو چٹھی پڑھتے ہی　　وہ چیزیں اتنی لکھوائیں بن آئے نہ اُن سے ایک کبھی
کچھ جیٹھ جٹھانی کا کہنا کچھ باتیں ساس اور نندوں کی　　کچھ دیورانی کی بات لکھی کچھ اُن کی جو جو تھے نیگی
تھی ایک سہانی گھر کی جو سب بولیں تو بھی ہو کچھ کہتی　　وہ بولی اُن سے ہنس کر واں منگواؤں کیا میں پتھر جی

وہ لکھنا کیا تھا واں لوگو من چہل ہنسی پر دھرنا تھا
واں چیزوں کے لکھ بھیجنے سے شرمندہ اُن کو کرنا تھا

جب چٹھی نرسی پاس گئی تب بانچتے ہی گھبرائے گئے　　پچھتائے من میں اور کہا یہ ہو سکتا ہے کیا مجھ سے
یہ ایک نہیں بن آتا ہے ہیں جو جو چٹھی بیچ لکھے　　ہے یہ تو کام کٹھن اس دم واں کیونکر میری لاج رہے
وہ بھیجے ایسی چیزوں کو یاں کچھ بھی ہو مقدور جسے　　کچھ چھوٹی سی یہ بات نہیں اس آن بھلا کس سے کہیے
اس وقت بڑی ناچاری ہے کچھ بن نہیں آتا کیا کیجے　　پھر دھیان لگا ہر آسا پر اور من کو دھیرج آ ہی دے

وہ ٹوٹی سی اک گاڑی تھی چڑھ اُس پر بے وسواس چلے
سامان کچھ اُن کے پاس نہ تھا رکھ شیام کی من میں آس چلے

ہر نام بھروسا رکھ من میں چل نکلے واں سے جب نرسی — گو تھیلے میں کچھ چیز نہ تھی پر من میں ہر کی آسا تھی
تھی سر پہ میلی سی پگڑی اور چولی جامے کی مسکی — کچھ ظاہر میں اسباب تھا کچھ صورت بھی لجیائی سی
تھے جاتے رستے بیچ چلے تھی آس لگی ہر کرپا کی — کچھ اس دم میرے پاس نہیں ان چاہئیں چیزیں بہتیری
واں اتنا کچھ لکھ بھیجا ہے میں فکر کروں اب کس کس کی — جو دھیان میں اپنے لاتے تھے کچھ بات نہیں بن آتی تھی

جب اس نگری میں جا پہنچے سب بولے نرسی آئے ہیں
آلات کی جو کچھ بات کہو اک ٹوٹی گاڑی لائے ہیں

کوئی بات نہ آیا پوچھنے کو جب جاتے دیکھا نرسی کو — اور جتنا جتنا دھیان کیا کچھ پاس نہ دیکھا ان کے تو
جب بیٹی نے یہ بات سنی کہہ بھیجا کیا کیا لائے ہو — جو کچھ چھپاکے سامان کئے سب گھر میں جلدی بھجواؤ
دو ہنس ہنس اپنے ہاتھوں سے پان بنا ہے اب جس جس کو — یہ بولے تب اس بیٹی سے ہر کرپا اور پر دھیان دھرو
تھا پاس ہمارے کیا بیٹی اب لائے کیا کچھ مت پوچھو — کچھ دھیان جولانی کا ہو وہ سری کشن کہو سری کشن کہو

اس آن جو ہر نے چاہا ہے اک پل میں ٹھاٹھ بنا دیئے
ہے جو جو یاں سے لکھ بھیجا اک آن میں سب بھجوا دیئے

سری کشن بھروسے جب نرسی یہ بات جو من میں کہہ بیٹھے — کیا دیکھتے ہیں واں اترے ہیں سب ٹھاٹھ وہ آن جا پہونچے
کچھ چھکڑوں پر اسباب کسے کچھ بھینسوں پر کچھ اونٹ لدے — تھے ہنسلی کھڑوے سونے کے اور تاش کی ٹوپی اور کرتے
کل کپڑوں پر انبار ہوئے اور ڈھیر کناری گوٹوں کے — کچھ گہنے جھمکے چار طرف کچھ جھمکے چیر جھلا جھل کے
تھا نیگ میں دنیا ایک جسے سو اس کو بیس اور تیس دیئے — اب واہ وا کی اک دھوم مچی اور شور اہاہا کے ٹھہرے

تھی وہ جو ٹوٹی اس کی واں کھولی جس دم دھیان پڑا
سونے کے لیے پھر اوپر کو اک سونے کی سل آن پڑی

واں جس دم ہر کی کرپا نے یوں نرسی کی تب لاج رکھی
اس نگری بھیتر گھر گھر میں تب نرسی کی تعریف ہوئی
بہتیرے آدر مان ہوئے اور نام بڑائی کی ٹھہری
جو لکھ بھیجی تھی طعنہ سے ہر مایا سے وہ سانچ ہوئی
سب لوگ کٹم کے شاد ہوئے خوشوقت ہوئی پھر بیٹی بھی
وہ نگری بھی خوشحال ہوئے تعریفیں کر کر نرسی کی
واں لوگ آئے سب دیکھنے کو اور دوارے اوپر بھیڑ لگی
یہ ٹھاٹھ جو تھے سب چھپے چھپا کے سب بستی بھیتر دھوم پڑی
جو ہر سے کام رکھیں ان کا پھر پورا کیونکر کام نہ ہو
جو ہر دم ہر کا نام جپیں پھر کیونکر ہر کا نام نہ ہو

سری کشن نے واں جب پوری کی سب نرسی کے من کی آسا
اک پل میں کر دی دور سبھی جو اُن کے من کی تھی چنتا
یہ ایسی چھپ چھپا کے جاتے وہ اُن میں تھا مقدور یہ کیا
یہ آدر مان وہاں پاتے یہ ان سے کب ہو سکتا تھا
جو ہر کرپا نے ٹھاٹھ کیا وہ ایک آن میں بن آیا
یہ اتنی جس کی دھوم مچی سو ٹھاٹھ وہ تھا ہر کرپا کا
یہ کرپا اُن پر ہوتی ہے جو رکھتے ہیں ہر کی آسا
ہر کرپا کا جو وصف کہو وہ باتیں ہیں سب ٹھیک بجا
ہیں شاہ نظیر اب دم وہ جو ہر کے نت بلہاری ہیں
سری کشن کہو سری کشن کہو سری کشن بڑے اوتاری ہیں

کنہیّا جی کا جنم

ہے ریت جنم کی یوں ہوتی جس گھر میں بالا ہوتا ہے
اُس منڈل میں ہر من بھیتر سکھ چین دوبالا ہوتا ہے
سب بات بتھا کی بھولے ہے جب بھولا بھالا ہوتا ہے
آنند مندیلے باجت ہیں نت بھون اُجالا ہوتا ہے

یوں نیک نچھتر لیتے ہیں اِس دُنیا میں سنسار جنم
پر اُن کے اور ہی لچھن ہیں جب لیتے ہیں اوتار جنم

شبھ ساعت سے یوں دُنیا میں اوتار گربھ میں آتے ہیں
جو نارد مُن ہیں دھیان بھلی سب اُن کا بھید بتاتے ہیں
وہ نیک مہورت سے جس دم اس جگ میں جنمے جاتے ہیں
جو لیلا رچنی ہوتی ہے وہ روپ یہ جا دکھلاتے ہیں

یوں دیکھنے میں اور کہنے میں وہ روپ تو بالے ہوتے ہیں
پر بالے ہی پن میں اُن کے اُپکار نرالے ہوتے ہیں

یہ بات کہی جو میں نے اب اب اُس کو تو اب دھیان لگا
ہے پنڈت پستک بیچ لکھا تھا کنس جو راجا متھرا کا
دھن دولت اور بل بیچ نپٹ سامان انیک اور ڈیل بڑا
گج اور تُرنگ اچھے نیکے انباری ہووے زین سجا

جب بیٹھ کے اونچی مسند پر وہ پاپی آن نکلتا تھا
سب زور جفا جھل کرتا تھا اور رنگ کُٹل دکھلاتا تھا

اک روز جو اپنے بل پر وہ کنس بہت مغرور ہوا
اور ہنس کر بولا دنیا میں ہے دوجا کون بلی مجھ سا
اک دھیان لگا کر پربت کو جا ہوں تو ابھی دوں پل میں گرا
اس دیس کے بڑھ بل جتنے ہیں ہے کون جو مجھ سے جودھ سوا

جو دُشٹ کوئی آجد کرے کرٹ بوں پروا کا جو رچلے
وہ سامنے میرے ایسا ہو جوں چینٹی ہاتھی پاؤں تلے

وہ ایسی کتنی ہی جو بول گربھ کے کہتا تھا　　سب لوگ سبھا کے سنتے تھے کیا تا جب بولا کوئی ذرا
تھا ایک پُرکھ وہ یوں بولا تو بھولا اپنے بل پر کیا　　جو تیرا مارن ہارا ہے سو وہ بھی جنم اب لیوے گا

تو اپنے بل پر ہے مورکھ اس آن عبث ہنکار لیا
وہ تجھ کو مار گراویگا یوں جیسے بھنگا مار لیا

یہ بات سُنی جب کنس نے واں تب سُن کر اُس کے ہوش اُڑے　　بھوسن کے بھیتر آن بھرا اور بول گربھ سگری بیسرے
یوں پوچھا وہ کس بس میں ہے اور کون بتوں آ کر جنمے　　کون اُس کے مات پتا ہوویں جی پا لیں اُس کو چاہت سے

. وہ بولا متھرا نگری میں اک ور جنم وہ پاوے گا
جب سیانا ہو گا تب تجھکو اک پل میں مار گراوے گا

یہ بات سنائی کنس کو پھر اور آٹھ لکیریں واں کھینچیں　　بسدیو پتا کا ناؤں کہا اور دیوکی ماتا ٹھہرائیں
اُن آٹھ لکیروں کی باتیں پھر کنس کو اُس نے سمجھائیں　　سب چھوٹے اچھو دری دیوکی کے ہیں جگ میں ہوتی آٹھ ہیں

بل بیچ گربھ میں تو نے تو سب کا بچ گیان بسارا ہے
جو پاچنے ریکھا کھینچی ہے وہ تیرا مارن ہارا ہے

اس بات کو سن کر کنس بہت تب من میں اپنے گھبرایا　　جب نارد مُن اُس پاس گئے تب اُن نے اُس سے بھید کہا
تب نارد مُن نے اُس کو بھی کچھ اور طرح سے سمجھایا　　پھر کنس کو واں اس بات سوا کچھ اور نہ مارگ بن آیا

جو اپنی جان بچانے کا کر سوچ یہ اُس نے پھند کیا

بلوا بسدیو اور دیوکی کو اک مندر بھیتر بند کیا

جب قید کیا اُن دونوں کو تب چوکیدار دئے بٹھلا اک آن نہ نکسن پاویں پھر اُن سب کو یہ حکم دیا
سامان رسوئی کا جو تھا سب اُن کے پاس دیا رکھوا اور دوار دئے اُس مندر کے تب بھاری تالے بھی جڑوا

ہشیار لگے یوں رہنے واں نت چوکی کے دینے ہارے

کیا تاب جو کوٹھے چھجے پر اک آن پرندا پر مارے

جب بیٹھا تھا جو کنس کے من وہ پھر کر نیند نہ سوتا تھا کچھ بات سہاتی نا اس کو نت اپنی پلک بھگوتا تھا
اُس مندر میں اُن دونوں کے جب کوئی بالک ہوتا تھا کنس آن اُسے چھپ مار رہی تھا من مانت نپٹا کرتا تھا

اک مدت تک اُن دونوں کا اُس مندر میں یہ حال رہا

جو بالک اُن کے گھر جنما سو مارا تا وہ چنڈال رہا

پھر آیا واں اک وقت ایسا جو آئی گرب میں من موہن گوپال منوہر مرلیدھر سری کشن کشور کیول نین
گھنشیام مراری بنواری گردھاری سندر شیام برن پربھ ناتھ بہاری کن للا سکھدائی جگ کے دکھ بھنجن

جب ساعت پرگٹ ہونے کی واں آئی نکٹ دھرما کی

اب آگے بات جنم کی ہے جے بولو کشن کنھیا کی

تھا نیاک موہنیا بھادوں کا اور بدھ دن گنتی آٹھن کی پھر آدھی رات ہوئی جس دم اور ہوا نچھتر روہن کی
شبھ ساعت نیک مہورت سے واں جنمے آکر کشن جبھی اُس مندر کی اندھیاری میں جو نور اُجالی آن بھری

بسدیو سی بولیں یو کی جی مت ڈر بھو من میں گبھر کرو
اس بالک کو تم گوکل میں لے پہونچو اور مت بیر کرو

جو اُس کے تم لے جانے میں یاں تنک بھی دیر لگاؤ گے
وہ ڈشٹ اسے بھی ماریگا پچتا ہی کے رہ جاؤ گے
اس آن سنبھل کر تم اس کو جو گوکل میں پہونچاؤ گے
اس بات میں تب پھل پاؤ گے جو اس کی جان بچاؤ گے

واں گوکل باشی جو اُس کو لے اپنی گود سنبھالیگا
کچھ نام وہ اُس کا رکھے گا اور مہر دیا سے پالیگا

جو حال یہ ان جا پہونچے گا تو اس کا جی بچ جاویگا
جو کرم لکھی ہی تو پھر بھی سُکھ ہم کو آن دکھاویگا
جس گھر کے بیچ پلیگا یہ وہ گھر ہم کو بتلاوے گا
ہم اُس سی ملنے جاویں گے یہ ہم سی ملنے آویگا

نہ کام ہمیں کچھ دعوی سے نہ جھگڑا اور بکھیے سی
جب بچھنے کو من بھٹکے گا سکھ پاویں گے اُس دیکھے سی

ہے آدھی رات ابھی تو یاں لے جاؤ اسے تم حال اُدھر
پٹا لو اپنی چھاتی سے دو آؤ جا کے اور کے گھر
من بیچ اُنھوں کے تھا ڈر یہ دن ہوویگا تو کنس اکر
اک آن میں اُس کو ماریگا رہ جاوینگے ہم آنسو بھر

یہ بات نہ تھی معلوم اُنھیں یہ بالک جگ تستاریگا
کب ماریگا کنس اسے یہ کنس کو آپ ہی ماریگا

جب یو کی ذبسدیو واں رو کر تب یہ بات کہی
وہ بولے کیونکر لے جاؤں ہی باہر تو چوکی بیٹھی
اور دوار لگے ہیں تالے کل کچھ بات نہیں ہی بس کی
تب یو کی بولی لے جاؤ من اس کی شیر کی کہہ اس ابھی

وہ بالک کو جب لے نکلے سب بانکے پٹ چھوٹ گئے
تھے تالے جتنے دوار لگے اُس آن جھڑا جھڑ ٹوٹ گئے

جب آئے چوکیداروں میں تب واں بھی یہ صورت دیکھی
سوتے پائے اُس ساعت آن جو دیتے تھے چوکی
جب سوتا دیکھا اُن سب کو تب نکلے واں سے بھی
پھر آئے جمنا پہ ہیں پھر جمنا دیکھی بہت چڑھی

یہ سوچ ہوا من بیچ انھیں پھر اس جل میں کیسے دھریئے
ہے رین اندھیری سنگ بالک اس جمنا میں کیا کیجیے

یوں من میں ٹھہرا پھر چلئے پھر آپ ہی من مضبوط ہوا
بھگوان دیا یہ آس لگا واں جمنا جی پر دھیان دھرا
یہ جوں جوں پانوں بڑھاتے تھے وہ پانی چڑھتا آتا تھا
یہ بات لگی جب ہونے واں بسدیو گئے من میں گھبرا

جب پانوں بڑھائے بالک نے جو آپ ہے اور بھیگے جل میں
جمنا نے پات چرن لیئے جا پہونچے پار وہ اک پل میں

جب آن برابر گوکل میں سب پھاٹک واں بھی پڑ کھلے
تب واں سے چلتے چلتے وہ پھر نند کے دوارے آ پہونچے
واں نند محل کے دروازے بھی سب دیکھے اور دیکھے وہ کھڑکے
جو چوکی والے سوتے تھے کوئی ان میں سے نہیں روک سکے

جب بیچ محل کے جا پہونچے سوتے تھے واں گھر والے تھے
ہر چار طرف اُجیالی تھی جیوں سیانجھ میں دیئے بالے تھے

اک اور اچنبھا یہ دیکھو جو رات جنم سی کشن کی تھی
اُس رات جسودا کے گھر میں تھی جنمی بارہ اک لڑکی
واں سوتے دیکھ جسودا کو اور بدلی کر اس بالک کی
اُس لڑکی کو وہ آپ اٹھا لے نکلے آئے متھرا جی

جب ٹُٹ کی لائے مندر میں سب تالے مندر لاگ اُٹھے
جو چوکی دینے والے تھے وہ بھی اُس دم جاگ اُٹھے

جب بھور ہوئی تب گھبرا کر سدھ کنس نے لی اُس مندر کی   جب تالے کھلوا بیچ گیا تب لڑکی جنمی اک دیکھی
نے ہاتھ پھرایا چکر دی تو چٹکے وہ بن پٹکے ہی   یوں جیسے بجلی کوندی ہے جب جھٹ پٹ ہوا پر جا پہنچی

یہ کہتی نکلی اے مورکھ کیا تو نے سوچ بچارا ہے
وہ جنیا اب تو بیس گھٹ جو تیرا مارن ہارا ہے

جب کنس نے واں یہ بات سنی من بیچ بہت سا لجھیایا   جو کارج ہونے والا ہے وہ ٹالے سے کب ہے ٹلتا
سو فکر کرو سو سوچ کرو سو بات سناؤ حاصل کیا   پھر آن وہی یاں ہوتا ہے جو ماتھے کے ہے بیچ لکھا

ہیں کہتے بدھ جیسے اب یاں وہ سوچ بڑی ٹھہراتی ہے
تقدیر کے آگے پر یارو تدبیر نہیں کام آتی ہے

اب نند کے گھر کی بات سنو واں ایک اچنبھا یہ ٹھہرا   جو رات کو جنمی تھی لڑکی اور بھور کو دیکھا تو لڑکا
گھونٹا بیں چھپ چھٹی ناچ ہوا اور نوبت کا غل شور مچا   پھر کشن گرو نے نام رکھا سب کنبے کے مل بیٹھے آ

نند اور جسودا اور گوالے کرنے واں ہر بیر لگے
پکوان مٹھائی بہو کے پرتا ری آگے ڈھیر لگے

سب باہر آئیں گانوں کی اور باجن ٹھو و سن آ بیٹھیں   کچھ ڈھول مجیرے لاتی تھیں کچھ گنیت حجا کے گاتی تھیں
کچھ ہر دم مکھ اس بالک کا بلہاری ہو کر دیکھ رہیں   کچھ تھال پنجیری کے رکھتیں کچھ سونٹھ سٹھورا کرتی تھیں

کچھ کہتی تھیں ہم بیٹھے ہیں نیگ آج کے دن کا لینے کو
کچھ کہتیں ہم تو آئے ہیں آنند بدھاوا دینے کو

کوئی گھٹی بیٹھی گرم کری کوئی ڈالے اسپند آہ بیہوتی — کوئی لائی ہنسلی اور کڑے کوئی کرتا ٹوپی میوہ گری
کوئی دیکھے روپ اُس بالک کا کوئی ماتھا چومے بھر بھر کری — کوئی بھووں کی تعریف کرے کوئی آنکھوں کی کوئی پاؤں کی

کوئی کہتی عمر بڑی ہووے اے بیر تمھاری بالے کی
کوئی کہتی بیاہ بہو لاؤ اس آس مرادوں والے کی

کوئی کہتی بالک خوب ہوا اے بہنا تیری بھاگ رتی — یہ بالے اُن کو ملتے ہیں جو دنیا میں ہیں بڑ بھاگی
اس کہنے کی بھی شان بڑھی اور بھاگ بڑے اس گھر کے بھی — یہ باتیں سب کی سُن سُن کر یہ بات جسودا کہتی تھی

یہ بیر یہ بالک جو ایسا اب میرے گھر میں جنما ہے
کچھ اور کہوں میں کیا تم سے بھگوان کی مو پر کرپا ہے

تھی کونے کونے خوش وقتی اور طبلے تال کھٹکتے تھے — کوئی ناچ رہی کوئی گا رہی کوئی ہنس ہنس کے کچھ دیتے تھے
ہر چار طرف آنند بنے تھے واں گھر میں نند جسودا کے — کچھ آنگن بیچ برابر تھیں کوئی بیٹھی کوٹھے اور چھجے

سو خوبی اور خوش حالی سے دکھلاتی تھی سامان گھڑی
سچ بات ہے بالک ہونے کی ہے دنیا میں آنند بڑی

پھر اور خوشی کی بات ہوئی جب بیت گئی دو کا ندوں کی — رکھوائی دودھ کی مٹکی پھر اور ڈالی ہلدی بہتیری
یہ اُس پہ پھینکے بھر بھر کر وہ اُس پر ڈالے گھڑی گھڑی — کوئی پوچھ رکھا اور باہن کو کوئی سکھری پھینکے اور ڈھری

اُس دودھ کی بھی نگر لیوں ٹپت اور ہوا نرناری کا
اور تن کی ابرن یوں جھمکی جو رنگ ہو کیسر کیاری کا

سکھ منڈل بیچ دھوم مچی اور رہٹگی اور جوگی بھی — کچھ ناچیں بھانڈ بھگتیے بھی کچھ ہیجڑے یا ویں بیل پڑی
آنند بدھاوے باج رہے نرسنگے سرنا اور تری — رنگین سنہری پالنے بھی لے ہاتھ کھڑی سکھیاں پربھی
ہر آن اُٹھائی تھیں مانگ گیا گنتی روپے سونے کی
نندا اور جسودا نے ایسی کی شادی بالک ہونے کی

جو گئی جوگی تھے اُن کو اُس آن بہت خوش حال کیا — پھر آئے باگے ریشم کے اور زر بھی بخشا بہتیرا
اور جتنے ناچنے والے تھے اسباب انہیں بھی خوب دیا — مہمان جو گھر میں آئے تھے سب اُن کو بھی ارمان رکھا
دن رات چھٹی کے ہونے تک من خوش دل لوگ لگائی کا
پھر بال بچے اور دھریں جب نام چکا یا دائی کا

نندا اور جسودا بالک کو واں ہاتھوں چھاؤں میں تھے رکھتے — نت پیار کریں تن من واریں سنہری ابرن بن کے
جی بہلانے من پرچاتے اور خوب کھلونے منگواتے — ہر آن جھلانے پالنے میں اِدھر اور اُدھر بیٹھے
کر یاد نظیر اب ساعت اُس پالنے اور اُن جھولے کی
آنند سے بیٹھو چین کرو سب بولو کان جھنڈولے کی

کنھیّا جی کی راس

کیا آج رات فرحت و عشرت اساس ہے ہر گل بدن کا رنگیں و زریں لباس ہے
محبوب دلبروں کا ہجوم آس پاس ہے بزم طرب ہے عیش ہے پھولوں کی باس ہے
ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

بکھرے پڑے ہیں فرش پہ منقیش اور زری بجتے ہیں تال گھنگرو مردنگ خنجری
سکھیاں پھرے ہیں ایسی کہ جوں حور اور پری سن سن کے اس ہجوم میں موہن کی بانسری
ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

آئے ہیں دھوم سے جو تماشے کو گلبدن گویا کہ کھل رہے ہیں گلوں کے چمن چمن
کرتے ہیں نرت کنج بہاری بصد ہرن اور گھنگروؤں کی سن کے صدائیں چھنن چھنن
ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنھیا کی راس ہے

پہونچے ہے آسمان نہیں مردنگ کی کمک آواز گھنگروؤں کی قیامت جھنک جھنک
کرتی ہے مست دل کو مکٹ کی ہر اک جھلک ایسا سماں بندھا ہے کہ ہر دم للک للک

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہار ریں آج کنہیا کی راس ہے

حلقہ بنا کے کشن جو ناچیں ہیں ہاتھ جوڑ
پھرتے ہیں اِس مزے سے کہ لیتے ہیں دل مروڑ
آ کر کسی کو پکڑے ہیں دیں ہیں کسی کو چھوڑ
یہ دیکھ دیکھ کشن کا آپس میں جوڑ جوڑ

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہار ریں آج کنہیا کی راس ہے

ناچیں ہیں اس بہار سے بن ٹھن کے نندلال
سر پر مکٹ براجے ہے پوشاک تن میں لال
ہنستے ہیں چھیڑتے ہیں ہر اک کو دکھا جمال
سکھیوں کے ساتھ دیکھ کے گیا تھ جی کا حال

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہار ریں آج کنہیا کی راس ہے

ہے روپ کشن جی کا جو دیکھو بہت انوپ
اور اُن کے ساتھ چمکے ہے سب گوپیوں کا رُوپ
مہتابیاں چھپٹیں ہیں گویا کھل رہی ہے دھوپ
اس روشنی میں دیکھے وہ روپ اور سروپ

ہر آن گوپیوں کا یہی مکھ بلاس ہے
دیکھو بہار ریں آج کنہیا کی راس ہے

ہنستی ہوئی جو پھرتی ہیں ساتھ اُن کے گوپیاں
ہیں اُن میں ادا ایسی کہ تاروں میں چندرماں
کرتی ہیں کرشن جی سے ہر اک آن آن باں
آپس میں اُن کے رمز و اشارات کرکے دیاں

ہر آن گوپیوں کا یہی سکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنہیا کی راس ہے

اس شہر میں نظیرؔ جو بیکس غریب ہے   رہتا ہے مست حال میں اپنے بغیر مے
شب کو گیا تھا اس میں کچھ کرکے راہ طے   جا کر جو دیکھتا ہے تو واں سچ ہی کرکے جے
ہر آن گوپیوں کا یہی سکھ بلاس ہے
دیکھو بہاریں آج کنہیا کی راس ہے

کنہیّا جی کا کھیل کود

تعریف کروں میں اب کیا کیا اُس مُرلی دھر بجیا کی   نت سیوا کنج پھریا کی اور بن بن گؤ چریا کی
گوپال بہاری بنواری دُکھ ہرنا مہر کرّیا کی   گردھاری سندر شیام برن اور پنڈ جوگی ٹھیا کی
یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنہیا کی

اک روز خوشی سے گیند تری کی موہن جمنا تیر گئے   واں کھیلن لاگے ہنس ہنس کے یہ کہکر گوال اور بالن سے
جو گیند تری جا جمنا میں پھر جا کر لا دے جو پھینکے   وہ آپی انترجامی تھے کیا اُن کا بھید کوئی پاوے
یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنہیا کی

واں کشن مدن من موہن نے سب گوالن سے یہ بات کہی　　اور آپ ہی سے جھپٹ اٹھا اُس کالی دہ میں ڈالدی

پھر آپ جھپٹ کو دپڑے اور جمنا جی میں ڈوبکی لی　　سب گوال سکھا حیران ہوئے پر بھید نہ سمجھے ایک رتی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

یہ بات سنی برج ناری نے تب گھر گھر اُس کی دھوم مچی　　نند اور جسودا آ پہونچی سدھ بھول گئی اپنے تن کی

آجمنا پر غل شور ہوا اور ٹھٹھ بندھے اور بھیڑ لگی　　کوئی آنسو ڈالے ہاتھ ملے پر بھید نہ جانے کوئی بھی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

جس دہ میں کودے من موہن واں آن چھپا تھا اک کالی　　سر پانوں سے اُن کے آلپٹا اور کے بھیتر دیکھتے ہی

پھن مارے پھونکارے وہ کیا اور پھیرن ناگ واں کشتی کی　　پھنکارے ہیں بل تیج کئے پر کشن رہے واں ہنستے ہی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

جب کالے نے سو پیچ کئے پھر ایک کلا واں شیام نے کی　　اس طور بڑھایا تن اپنا جو اُس کا نکسن لاگا جی

پھر ناتھ لیا اُس کالے کو ایک پل بھر میں نا دیر لگی　　وہ وار کیا اور استت کی ہر ناگن بھی پھر پاؤں پڑی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

اُس میں سندر شیام برن اُس کالے کو جمنا تھد چکے — لے نا تھد کو اُس کے ہاتھ لپٹے ہر کھن چُکے اوپر برت گئے
کر اپنے بس میں کالے کو مسکیلے نے مرلی اُدھر دھرے — جب باہر آئے من موہن سب خوش ہو جے جے بول اُٹھے

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

تھے جمنا پر اُس وقت کھڑے واں جتنے نر تھے اور ناری — دیکھا اُن کو سب خوش حال ہوئے جب باہر نکلے بنواری
دکھ جتنا من سے دور ہوئے آنند کی آئی پھلواری — سب درشن پا کر شاد ہوئے اور بولے جے جے بلہاری

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

نند اور جسودا کے من میں سدھ بھولی بسری کچھ آئی — سکھ چین ہوئی گھبرا گئی کچھ واں درپن کی ٹھہرائی
سب تن من سکھ ہری بیں آنند خوشی اُس دم چھائی — اُس روز انھوں نے یہ بھی نظیر اک لیلا اپنی دکھلائی

یہ لیلا ہے اُس نند للن من موہن جسمت چھیا کی
رکھ دھیان سنو ڈنڈوت کرو جے بولو کشن کنھیا کی

کنھیا جی کا بالپن

یارو سنو یہ دودھ کے لٹیا کا بالپن — اور مدھ پوری نگر کے بسیا کا بالپن
موہن سروپ کرت کریا کا بالپن — بن بن کے گوال گوؤں چریا کا بالپن

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

ظاہر میں تب وہ نند جسودا کے آپ تھے　　ورنہ وہ آپ مائی تھے اور آپ ہی باپ تھے
پردہ میں بالپن کے یہ اُن کے ملاپ تھے　　جوتی سروپ کہیے جنھیں سو وہ آپ تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

اُن کو تو بالپن سے نہ تھا کام کچھ ذرا　　سنسار کی جو ریت تھی اُس کو رکھا بجا
مالک تھے وہ تو آپی اُنھیں بالپن سے کیا　　واں بالپن جوانی بڑھاپا سب ایک تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

مالک جو ہووے اُس کو سبھی ٹھاٹھ یاں سرے　　چاہے وہ ننگے پانوں پھرے یا مکٹ دھرے
سب روپ ہیں اُسی کے جو کچھ چاہے سو کرے　　چاہے جواں ہو چاہے لڑکپن سے من بھرے

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

بالے ہو برج راج جو دنیا میں آ گئے　　لیلا کے لاکھ رنگ تماشے دکھا گئے
اُس بالپن کے روپ میں کتنوں کو بھا گئے　　اک یہ بھی لہر تھی کہ جہاں کو جتا گئے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

یوں بالپن تو ہوتا ہے ہر طفل کا بھلا　　پر اُن کے بالپن میں تو کچھ اور ہی بھید تھا
اُس بھید کی بھلا جی کسی کو خبر ہی کیا　　کیا جانے اپنے کھیلنے آئے تھے کیا کلا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

روہا رُوں کے یاروں عجب جائے غور تھے　　لڑکوں میں وہ کہاں ہیں جو کچھ اُن میں طور تھے
آپ ہی وہ پربھو ناتھ تھے آپ ہی وہ دور تھے　　اُن کے تو بالپن ہی میں تیور کچھ اور تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

وہ بالپن میں دیکھتے جیدھر نظر اٹھا　　پتھر بھی ایک بار تو بن جاتا موم سا
اُس روپ کو گیانی کوئی دیکھتا جو آ　　ڈنڈوت ہی وہ کرتا تھا ماتھا جھکا جھکا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پردہ وہ بالپن کا نہ کرتے اگر ذرا　　کیا تاب تھی جو کوئی نظر بھر کے دیکھتا
جھاڑ اور پہاڑ دیتے سبھی اپنا سر جھکا　　پر کون جانتا تھا جو کچھ اُن کا بھید تھا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

موہن مدن گوپال کرے بنس بیں ہرن ؛ بلہاری اُن کے نام پہ میرا یہ تن بدن
گردھاری نندلال ہری ناتھ گوردھن لاکھوں کئے بناؤ ہزاروں کیے رُجتن

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پیدا تو مدھپوری میں ہوئے شیام جی مُرار گوکل میں آکے نند کے گھر میں لیا قرار
نندان کو دیکھ ہووے تھا جی جان سو نثار بانی جسودا پیتی تھی پانی کو وار وار

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

جب تک کہ دودھ پیتے رہے گوال بیج راج سب کے گلے کے کٹھلے تھے اور سب کے سر کے تاج
سندر جو ناریاں تھیں وہ کرتی تھیں کام کاج رسیا کا اُن دنوں تو عجب رس کا تھا فراج

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

بدشکل کوئی ہوتا تو وہ دور ہٹتے تھے اور خوبرو کو دیکھ کے ہنس ہنس چمٹتے تھے
جن ناریوں سے اُن کے غم و درد بٹتے تھے اُن کے تو دوڑ دوڑ گلے سے لپٹتے تھے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اب گھٹنیوں کا اُن کے میں چلنا بیاں کروں — یا میٹھی باتیں منھ سے نکلنا بیاں کروں
یا بالکوں میں اس طرح پلنا بیاں کروں — یا گودیوں میں اُن کا مچلنا بیاں کروں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پاٹی پکڑ کے چلنے لگے جب مدن گوپال — دھرتی تمام ہوگئی اک آن میں نہال
باسک چرن چھون کو چلے چھوڑ کر نہال — آکاس پر بھی دھوم مچی دیکھ اُن کی چال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

تھی اُن کی چال کی تو عجب یارو چال ڈھال — پانوں میں گھنگرو باجتے سر پر جھنڈولے بال
چلتے ٹھمک ٹھمک کے جو وہ ڈگمگاتی چال — تھامیں کبھی جسودا کبھی نند لیں سنبھال

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

پہنے جگا گلے میں جو وہ دکھنی چیر کا — گہنے میں بھر رہا گویا لڑکا امیر کا
جاتا تھا ہوش دیکھ کے شاہ و وزیر کا — میں کس طرح کہوں اسے چھورا اہیر کا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

جب پانوں چلنے لاگے بہاری نول کشور   ماکھن اُچکّے ٹھہرے ملائی دہی کے چور
منھ ہاتھ دودھ سے بھرے کپڑے بھی شور بور   ڈالا تمام برج کی گلیوں میں اپنا شور

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

کرنے لگے یہ دھوم جو گردھاری نندلال   اک آپ اور دوسرے ساتھ اُن کے گوال بال
ماکھن دہی چُرانے لگے سب کے دیکھ بھال   دی اپنے دودھ چوری کی گھر گھر میں دھوم ڈال

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

تھے گھر جو گوالنوں کے لگے گھر سے جا بجا   جس گھر کو خالی دیکھا اُسی گھر میں جا چھپا
ماکھن ملائی دودھ جو پایا وہ کھا لیا   کچھ کھایا کچھ خراب کیا کچھ گرادیا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

کوٹھی میں ہووے پھر تو اوسی کو ڈھنڈورنا   گولی میں ہو تو اُس میں بھی جا منھ کو بوڑنا
اونچا ہو تو بھی کاندھے پہ چڑھ کر نہ چھوڑنا   پہونچا نہ ہاتھ تو اُسے مُرلی سے پھوڑنا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

گر چوری کرتے آ گئی گوالن کوئی وہاں　　اور اُس نے آ پکڑ لیا تو اُس سے بولے ہاں
میں تو ترے دہی کی اُڑاتا تھا مکھیاں　　کھاتا نہیں میں اُس کی نکالے تھا چیونٹیاں

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

گر مارنے کو ہاتھ اوٹھاتی کوئی ذرا　　تو اُس کی انگیا پھاڑتے گھونسے لگا لگا
چلّاتے گالی دیتے مچل جاتے جا بجا　　ہر طرح واں سے بھاگ نکلتے اُڑا چھوڑا

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

غصّے میں کوئی ہاتھ پکڑتی جو آن کر　　تو اُس کو وہ سروپ دکھاتے تھے من اُدھر
جو آپی لاکے دھرتی وہ ماکھن کٹوری بھر　　غصّہ وہ اُن کا آن میں جاتا وہیں اوتر

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اُن کو تو دیکھ گوالنیں جی جان پاتی تھیں　　گھر میں اسی بہانے سے اُن کو بلاتی تھیں
ظاہر میں اُن کے ہاتھ سے وہ غل مچاتی تھیں　　پردے میں سب وہ کشن کے بلہاری جاتی تھیں

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

ماں کہتی تھیں دل میں دودھ جو اب ہم چھپائینگے
سو کشن اسی بہانے ہمیں منھ دکھائیں گے
اور جو ہمارے گھر میں یہ ماکھن نہ پائیں گے
تو اُن کو کیا غرض ہے یہ کاہیکو آئیں گے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

سب مل جسودا پاس یہ کہتی تھیں آکے بیر
اب تو تمھارا کانھ ہوا ہے بڑا اشریر
دیتا ہے ہم کو گالیاں پھر مارتا ہے چیر
چھوڑے دہی نہ دودھ نہ ماکھن مہی نہ کھیر

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

ماتا جسودا اُن کی بہت کرتی منتیاں
اور کانھ کو ڈراتی اُٹھا بن کی سانٹیاں
جب کانھ جی جسودا سے کرتے یہی بیاں
تم سچ نہ جانو ماتا یہ ساری ہیں جھوٹیاں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

ماتا کبھی یہ مجھ کو پکڑ کر لے جاتی ہیں
گانے میں اپنے ساتھ مجھے بھی گواتی ہیں
جب ناچتی ہیں آپ مجھے بھی نچاتی ہیں
آپ ہی تمھارے پاس یہ فریادی آتی ہیں

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

ماتا کبھی یہ میری چھنگلیا چھپاتی ہیں   جاتا ہوں راہ میں تو مجھے چھیڑ جاتی ہیں
آپ ہی مجھے رُٹھاتی ہیں آپ ہی مناتی ہیں   مارو انھیں یہ مجھکو بہت ستاتی ہیں

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

اک روز منھ میں کانھ نے ماکھن جھکا دیا   پوچھا جسودا نے تو وہیں منھ بنا دیا
منھ کھول تین لوک کا عالم دکھا دیا   اک آن میں دکھا دیا اور پھر بھلا دیا

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

تھے کانھ جی تو نند جسودا کے گھر کے ماہ   موہن نول کشور کی تھی سب کے دل میں چاہ
اُن کو جو دیکھتا تھا سو کہتا تھا واہ واہ   ایسا تو بالپن نہ ہوا ہے کسی کا آہ

ایسا تھا بانسری کے بجیّا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیّا کا بالپن

سب مل کے یارو کشن مراری کی بولو جے   گوبند چھیل کنج بہاری کی بولو جے
وہ چور گوپی ناتھ بہاری کی بولو جے   تم بھی نظیر کشن بہاری کی بولو جے

ایسا تھا بانسری کے بجیا کا بالپن
کیا کیا کہوں میں کشن کنھیا کا بالپن

کنھیا جی کا بیاہ

جہاں میں جس وقت کشن جی کی اوستھا سدھ بدھ کی یار آئی
سنبھالا ہوش اور ہوئے سیانے وہ بالپن کی ادا بھلائی
ہوا قد اُن کا کچھ اس طرح سے کہ قمری جس کی فدا کہائی
نکالیں طرزیں پھر اور ہی کچھ بدن کی سج دھج نئی بنائی
ہوئی خوشی نند کے جو من میں بہت ہوئیں خوش جسودا مائی
جو سُدھ سنبھالی تو کشن کیا کیا لگے پھر اپنی پھبن دکھانے
جگہہ جگہہ پر لگے بھٹکنے ادا سے بنسی لگے بجانے
وہ بچھڑے گوؤں کو ساتھ لیکر خوشی خوشی سے بنوں میں جانے
جو دیکھا نند اور جسودا نے یہ کہ شیام اب تو ہوئے سیانے
یہ ٹھہری دونوں کے من میں آکر کریں اب اُن کی کہیں سگائی
پھر آپی من میں یہ بات سوچی اب ایسی جا ہووے ان کی نسبت
بڑا ہو گھر در بڑے ہوں ساماں بہت ہو دولت بہت ہو حشمت

ہمارے گوکل میں ہے جو خوبی اسی طرح کی ہو اِن کی حرمت
وہ لڑکی جس سے کہ ہو سکائی سو وہ بھی ایسی ہو خوب صورت
ـــــــ ہیں جیسے سندر کشور موہن نول دولارے کنور کنھائی ـــــــ

کئی جو ناری وہ بوڑھیاں تھیں جسودا جی نے ادھیں بُلایا
کسی کو ایدھر کسی کو اودھر سکائی ڈھونڈن کہیں بھجایا
جو بھید تھا اپنے من کے بھیتر سو وہ ان سبھوں کے تئیں جتایا
پھریں بہت ڈھونڈھتی وہ ناریں جسودا نے جو اونھیں سُنایا
ـــــــ نہ دیکھا ویسا گھر اک اُنھوں نے نہ ویسی کوئی دولاری پائی ـــــــ

وہ ناریاں جب یونہیں پھر آئیں تو بولی یوں اور ایک ناری
ہے یہ جو برسانا اس میں ہیگی پُرکھ بھان کی نول دولاری
ہاں رادھکا نام اس کا کہتی بہت ہے سندر نپٹ پیاری
کہی یہ میں نے تو بات ادن سے اب آگے مرضی جو ہو تمھاری
ـــــــ کرو سگائی لگن کی اُس جا کہ اُس میں ہیگی بہت بھلائی ـــــــ

یہ سُن جسودا نے جی میں چپ ہو ادھر کو ناری کئی پٹھائیں
چاہیں وہ گوکل سے دل میں خوش ہو وہیں وہ برسانے بیچ آئیں
جہاں وہ گھر کو بیان کیا تھا وہ ناریاں سب اُدھر کو دھائیں
اُنھوں نے آدر بہت سا کر کے سُندر کی ماں نے وہ سب بٹھائیں

جو بیٹھیں یہ تو لگیں سنانے اِدھر اودھر کی بہت بڑائی

جو کہہ چکیں یہ اِدھر اودھر کی تو پھر سگائی کی بات کھولی

بڑے ہو تم بھی بڑے ہیں وہ بھی یہ بات ہو وے تو خوب ہوگی

ہے جیسا سُندر لالہ کا لڑکا تمھاری سُندر رہے ویسی لڑکی

اِدھر بھی دولت اُدھر بھی حشمت خوشی و خوبی طرح طرح کی

انھوں نے اپنی بہت جمائی پر اُن کے دل میں کچھ سمائی

جو رادھکا کی وہ ماں تھی کیرت یہ سُن کے باتیں وہ بولی ہنس کر

وہ ایسی کیا ہیں جواب ہمارے حسن اور دولت کے ہوں برابر

ہیں جیتے وہ تو سوا ایسے ہیں گے ہمارے گھر کے تو کتنے چاکر

ہم اپنی لڑکی انھیں نہ دیں گے وہ ایسا کیا گھر وہ ایسا کیا بَر

کرو ہمارے نہ گھر میں تم یاں اب اس سگائی کی بت کہائی

سُنا جب اُن ناریوں نے یہ تو چلیں اُدھر سے وہ شرم کھائیں

بہت ہی من میں ہو سست اپنے وہ پھر کے گوکل کے بیچ آئیں

سُنی جو باتیں تھیں واں انھوں نے وہ سب جسودا کو آ سنائیں

یہ باتیں سُن کر جسودا من میں بہت خفا ہو بہت لجائیں

سوائے خفگی کے آگے کچھ واں جسودا مائی سے بن نہ آئی

جب اس سگائی نہ ہونے سے واں براجسودا نے من میں ٹھانا
جو بھید اُن کا کلا سے اپنے یہ بن جتائے ہی ہر نے جانا
کہا یہ من میں کہ کوئی لیلا کو چاہیئے اب اُدھر دکھانا
بنا کے موہن سروپ نٹ کا بہ خوب برسانے بیچ جانا
—— گئے وہیں ہر پھر اُس مکاں میں اور اپنی بنسی وہ جا بجائی ——

بجی جو موہن کی بانسری واں تو دھن کچھ اُس کی عجب نکالی
پڑی وہ جس جس کے کان میں آ اُسے سُدھ اپنے بدن کی بسری
بھلائی بنسی نے کچھ تو سُدھ بُدھ ادھر جھلک جو سروپ کی تھی
ہر اک طرف کو ہر اک مکاں پر جھلک وہ ہر کی کچھ ایسی جھمکی
—— کہ جس کی ہر اک جھلک کے دیکھے تمام بستی وہ جگمگائی ——

سہیلیوں سنگ رادھکا جی کہیں ادھر کو جو آن نکلی
سروپ دیکھا وہ کشن جی کا اُدھر سے اُن کی سُنی وہ مُرلی
جو ہیں وہاں رادھکا جی آئیں سو ایسی موہن نے موہنی کی
دکھایا اپنا سروپ ایسا کہ اُن کی صورت کو دیکھتے ہی
—— ادھر تو رادھا کے ہوش کھوئے ہر اک سہیلی کی سُدھ بھلائی ——

دکھا کے روپ اور بجا کے مرلی پھر آئے گوکل میں نند لالا
پھر اک کلا کی وہ کتنے دن میں کہ رادھا گوری کے بالا ڈالا

بہت دوائیں اُنھوں نے کیں واں پہ فائدہ نے نہ سر نکالا
پھر آپ موہن نے ویدبن کر دوا کی تھیلی کو واں سنبھالا
—— پکارے برسانے بیچ جا کر کہ اچھی کرتے ہیں ہم دوائی ——
اِدھر تھے ہارے دوائیں کرکے سُنی اُنھوں نے جو بات اُن کی
بُلا کے جلدی مندر کے بھیتر دکھائی رادھا جو وہ دُکھی تھی
اونھوں نے واں کچھ دوا بھی دی اور دکھائی چھو چھپ کے نتر بھی
پڑھنت کیا تھی وہ اک کلا تھی ہوئیں وہیں اچھی رادھکا جی
—— ہراک نے کی واہ واہ ہر دم اور اپنی گردن بہت جھکائی ——
ہوئی جو چنگی وہ رادھکا جی تو جب مندر میں خوشی منائی
وہ برکھ بھان اور سبھی کٹم کے یہ بات من بیچ آکے ٹھہری
کہ رادھکا کی سگائی ان سے کریں تو ہیگی یہ بات اچھی
جو رسم ہوتی سگائی کی ہو وہ سب اُنھوں نے خوشی سے کردی
—— نظیر کہتے تھے اس طرح سے ہوئی ہے سی کشن کی سگائی ——

بانسری

جب مرلی دھر نے مُرلی کو اپنی ادھر دھری کیا کیا پریم میت بھری اس میں دُھن بھری
لے اُس میں رادھے نام کی ہر دم بھری گھری لہرائی دُھن جو اُس کی اِدھر اور اُدھر ذری

سب سُننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کرشن کنہیّا نے بانسری

کتنے تو اُس کے سُننے سے دھن ہو گئے دُھنی کتنوں کی سُدھ بسر گئی جس دم وہ دُھن سُنی
کتنوں کی من سے کل گئی اور بیاکلی چُھنی کیا نر سے لیکے ناریاں کیا کوڑھ کیا گُنی

سب سُننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کرشن کنہیّا نے بانسری

جس آن کانہہ جی کو وہ بنسی بجاؤنی جس کان بیچ وہ آؤنی واں کل بھلاؤنی
ہرن کی ہو کے موہنی اور چت لبھاؤنی نکلی جہاں دُھن اُس کی وہ میٹھی سہاؤنی

سب سُننے والے کہہ اُٹھے جے جے ہری ہری
ایسی بجائی کرشن کنہیّا نے بانسری

جس دن سے اپنی بنسی وہ سی کرشن نے گہی اس سانورے بدن پہ نپٹ آن کر سجی
نر نے بھلایا آپ کو ناری نے سُدھ تجی اُن کی اُدھر سے آکے وہ بنسی جدھر بجی

گہنا لباس تن پہ رہا تھا جھمک رہا

نارد من اک دن آئے جہاں پر تھی رکمنی — اور اُس سے بات اُنھوں نے وہ سی کشن کی کہی
لیلا سنائیں وہ سبھی روپ اور سروپ کی — جب رکمنی نے خوبی وہ سی کشن کی سنی
سنتے ہی اُن کی ہو گئی جی جان سے فدا

ٹھہری یہ رکمنی کے وہیں دل میں آن کر — بر نی جبھی میں جاؤں ملے جب وہ مجھ کو بر
دن رات دھیان اپنا لگی رکھنے وہ اُدھر — آنکھوں کو اپنی کرنے لگی آنسوؤں سے تر
بے چین دل میں رہنے لگی سب سے ہو خفا

چھپتی نہیں چھپائے سے صورت جو چاہ کی — سکھیاں سہیلیاں جو تھیں اور لڑکیاں سبھی
دیکھی جو رکمنی کی اونھوں نے یہ بیکلی — جانا کہ رکمنی کا لگا ساتھ ہر کے جی
کہنے لگیں اونھوں کی وہ باتیں بنا بنا

یوں ہیں وہ سب کرشن تو اوتار ہیں بڑے — جو خوبیاں ہیں ان میں کہاں تک کوئی کہے
روپ اور سروپ اُن کے کی کیا کیا صفت کیجے — لیلا ہوئی ہیں اُن سے جو ہوں کب وہ اور سے
ماں دیو کی ہے اُن کی وہ بس دیو جی پتا

جمنا وہ مدھ پوری میں تو جب آدھی رات تھی — بس دیو اُن کو لے چلے گوکل اُسی گھڑی
جمنا نے اُن کے چھو کے چرن جلد راہ دی — پہونچے جو گھر میں نند جسودا کے کاٹھ جی
سب نیگیوں نے نیگ بدھائی کا واں لیا

بسدیوجی نے بھیجا گرگ پنڈت کو واں جو نام اُن کا جا کے وہاں پر کریں بیاں
شُبھ نام ہو کہ ہووے بیاں کر اُسے عیاں گوکل میں آ مصر نے بہت ہو کے شادماں
ان کا کرشن نام بہت سودھ کر رکھا

ننھے بالپن میں جھولتے ہر دم کرشن جی جب کنس نے وہ پوتنا بھیجی کہ لیوے جی
اُس نے جو چھاتی زہر بھری اُن کے منہ میں دی منہ لگتے ہی اُنھوں نے وہ جاں اُس کی کھینچ لی
اُس کے پران کرِ گئے اور کچھ نہ بس چلا

کاگا سُر آیا ڈشٹ لیا اُس کو مار بھی پھر ترنا ونت کی بھی ہوا دور کی سبھی
سکٹا سُر آیا اس کی بھی گاڑی اُلٹ ہی دی آیا سری دھر اُس کی بھی مٹی خراب کی
جتنے وہ ڈشٹ آئے سبھوں کو اُلٹ دیا

پھر پاؤں چلنے لاگے جو دھرتی پہ نند لال آئے وہ جن کی گود میں اُن کو کیا نہال
سیانے ہوئے تو ساتھ لئے اپنے گوال بال مُرلی کی دُھن سُنا کے کیا سب کا جی نڈھال
گوئیں چرائیں بن میں وہ بنسی بجا بجا

دھمکا کے گوالنوں سے لئے دودھ اور دہی کھائے کھلائے اُن کو جو تھے ساتھ میں سبھی
جب گوالنوں نے آ کے جسودا سے یہ کہی جھٹ کا اُنھوں نے سانٹی اُٹھا کر جو اُس گھڑی
ترلوک کھول منہ اُنھیں ہر نے دکھا دیا

جملا و ارجن اور وہ دو دیوتا جو تھے دو تاڑ بن گئے تھے کسی کی سراپ سے

مدت تلک وہ بن میں یوہیں تھے کھڑے ہوئے   بیلا سے اپنی کرشن نے اس بن میں آن کے
ویسا ہی دیوتا انھیں اک پل میں کر دیا

راچھس ہٹا جو کشن پہ آنے لگے وہاں   نند اور جسودا کی لگی دیکھ اُن کو جانے جاں
لیکر کٹم سب اپنا جو تھے خُرد اور کلاں   آکر وہ بندرابن کے لگے رہنے درمیاں
گوکل کا باس سب نے اُسی دن سے پھر تجا

لے گوال بال جانے لگے شیام من ہرن   گوئیں لگے چرانے جہاں رہے یہ گوبردھن
واں بھی بنا سر آیا بکا سر بھی نکلا بن   مارا اور اُس کی چونچ کو چیرا سمیت تن
آیا اگھا سر اُس کے بھی سر کو اڑا دیا

دکھلائی اپنی ہرنے جو لیلا وہ کچھ ہرن   دیکھ اُس کو سب نے چوم لئے کشن کے چرن
دھن راکشس جو آیا بنا کر وہ مکر و فن   مارا اُسے بھی ہرنے جہاں ہی بتال بن
کالے کو دہ میں ناتھ کیا نیر نرملا

گوئیں کھڑے چراتے تھے بن میں جو شیام جی   اِس بن میں ایک دن جو ہیں آگ آن کر لگی
سب گوال بال بھاگ گئے گوئیں کھڑی سبھی   لیلا سے واں بھی ہرنے وہ دیکھ اُن کی بےبسی
اُس آگ سے سبھوں کو لیا آن میں بچا

پھر کی جو لیلا چیر ہرن جسے خوب تر   سرپت نے پھر وہ کوپ کیا اُن پہ آن کر
پربت کو واں اُٹھا لیا ہنسی اوپر اودھر   پھر سر دست ہی شیام نے لی تاریاں سُندر

مرلی بجا کے مرت کیا راس کو بنا

مارا وہ سانپ پاؤں پہ لپٹا جو نند کے — لیں گوپیاں چھوڑا وہیں پھر سنگ چھوڑ
نر کا سرا اور کیسی و بھوما سر آ گئے — اپنے سے مگر ہر سے اُنھوں نے بہر
ہرنے او نھیں بھی مار کے بھون پر دیا گرا

اک روز بندرابن سے لے آئے اُنھیں جو واں — چلنے کو ساتھ اُن کے ہٹیں سب وہ گوپیاں
جمنا میں پھر نہائے جو اک روز شادماں — ہرنے دکھائے واں اُنھیں لیلا سے یہ نشاں
جو ہر کی ہر دکھائی دیئے اُن کو جا بجا

جب بندرابن میں آئے تو دھوبی کو کنس کے — مارا وہیں اور اُس کے لئے چیر جتنے تھے
سوجی سے لے لباس دیئے پھر بہت اُسے — چندن جو کبجا لائی تو خوش ہو کے شیام نے
سب کھو دیا جہاں تئیں کبڑا پن اُس کا تھا

ڈیوڑھی پہ آئے تب وہ توڑا دھنک تہیں — رنگ بھوم میں گرا دیا پہل کو بر زمیں
درشن دیئے وہ راجہ جو قیدی تھے سہمگیں — پھر کنس کے بھی کیس پکڑ کھینچ کر وہیں
سر اُس کا اک اشارے میں تن سے جدا کیا

پھر آئے واں جہاں تھے وہ بس دیو دیو کی — چرنوں پہ سیس رکھ کے بہت سی آسیس لی
یہ باتیں ہر کی سن کے وہاں رکمنی نے بھی — چاہا یہی کہ دیکھوں میں صورت کرشن کی
بے تاب بے قرار لگی رہنے سکھ گنوا

اس کو یہ باتیں کشن کی خوش آئی نہیں سبھی — سنتی وہ ساتھیوں سے انھیں کو گھڑی گھڑی
ماں باپ رکمنی کے بھی اور چاروں بھائی بھی — بر رکمنی کی ہوں وہی تھے چاہتے یہی
پر وہ رکم جو تھا سو پسند اُس کو یہ نہ تھا

رکھتا تھا نام اُس کا تو جدو بنس ہے جنم — کندھے پہ اُس کے کامری رہتی ہے دمبدم
گوئیں چراتا پھرتا ہے بن بن میں رکھ قدم — دولت میں اور ذات میں اس سے بڑے ہیں ہم
سسپال چندیری کا جو بر ہو تو ہے بھلا

یہ باتیں واں رکم سے جو سنتی تھی رکمنی — بیکل بہت وہ ہوتی تھی اور دل میں کڑھتی تھی
جب بیکلی بہت ہوئی اور رہ سکا نہ جی — اک چٹھی اپنے حال کی ہر کے تئیں لکھی
بامن کے ہاتھ دوارکا میں دی وہیں بھجا

بامن جو ہر کی ڈیوڑھی پہ آ پہونچا راہ سے — دیکھا وہاں ہیں چیری و چاکر بہت کھڑے
جانے میں تھے منع رکے جو دربان رُکنے — سُن کر خبر یہ ہر نے بلایا وہیں اُوسے
پرنام کر کے اونچے مکان پر بٹھا دیا

بامن کی منتی کر کے لگے کہنے کشن جی — تم نے ہمارے حال پہ کرپا بڑی یہ کی
اُس نے زبانی کہہ کے جو احوال تھا سبھی — پھر رکمنی کی چٹھی جو لایا سو ہر کو دی
ہر نے پڑھا اُسے کہ جو احوال اس میں تھا

اے سیج راج کشن منوہر مدن گوپال — ہیں درشنوں کی آپ کے مشتاق ہوں کمال

دن رات تم سے ملنے کو رہتی ہوں میں نڈھال　　درشن سے اپنے مجھکو بھی آکر کرو نہال
سب دھیان میں تمھارے ہی رہتا ہے من لگا

سسپال بیاہنے کو مرے اب تو آتا ہے　　سب راجے اور ساتھ جراسندلاتا ہے
یہ غم تو میرے دل کو نہایت ستاتا ہے　　اس اپنی بے بسی پہ مجھے رونا آتا ہے
تم ہر ہو میرے من کی کرو دور سب بتھا

اے کشن جی نزا آؤ کہ اب وقت ہی یہی　　اپنے چرن سے لاج رکھو میری اس گھڑی
ہرنے وہ چٹھی پڑھ کے منگا رتھ وہ جھٹ گئی　　ہو کر سوار جلد چلے واں سے کشن جی
بامن بھی اپنے ساتھ وہ رتھ میں لیا بٹھا

سسپال اس میں آن کے پہونچا شتابیاں　　اگوانی اس کی لینے کو بھیکم گیا دواں
باجے مجیرے گھر میں لگیں گانے ناریاں　　آنکھوں سے رکمنی کے وہ آنسو ہوئے رواں
سندر کا منھ وہ آنسو کے بہنے سے بھر گیا

جوں جوں وہ ہر کے آنے میں واں دیر ہوتی تھی　　کوٹھے پہ اپنے رکمنی واں چڑھ کے روتی تھی
تکتی تھی ہر کی راہ نہ کھاتی نہ سوتی تھی　　بیکل کی طرح پھرتی تھی اور ہوش کھوتی تھی
کچھ رکمنی کو رونے سوا بن نہ آتا تھا

کہتی تھی کیوں یہ کشن مراری نے دیر کی　　موہن نول کشور بہاری نے دیر کی
برج راج روپ مکٹ سنواری نے دیر کی　　یا چاہ بے اثر یہ ہماری نے دیر کی

بامن جو میں نے بھیجا تھا وہ بھی نہیں پھرا

اس میں کمند پور کے جو ہر آئے عنقریب　　جھلکی کلس وہ رتھ کی ہوئی روشنی عجیب
خوش کمنی کا جی ہوا جوں گل سے عندلیب　　بولی خوشی ہو من میں کہ جاگے مرے نصیب

بامن نے بھی وہ آنے کو ہر کے دیا سُنا

بن ٹھن کے جب خوشی ہو وہ پوجا کے تئیں چلی　　ساتھ اُس کے ناریاں چلیں گاتی بہت خوشی
سُندر کی جاتی پاؤں کی پائل جو باجتی　　روپ اور سروپ اُس کا بیان کیا کرے کوئی

پہونچی خوشی سے واں جہاں تھی پوجنے کی جا

جس جس کو پوجا واں یہی اُس نے کیا بیاں　　کر پا کرو جو مجھ کو ملیں برنج راج یاں
لینے کو درشن اُس کے ہوئے ہوں میں نیم جاں　　جلدی ملاؤ تم جو رہے لاج میری یاں

ہر دیوتا سے وہ یہی کرتی تھی التجا

جب دیوی دیوتا کی وہ پرکرما دے چکی　　سُندر دُلاری آگے کو چل کر ٹھٹھک رہی
اِس واسطے کہیں مجھے درشن دیں کرشن جی　　تو دیکھ وہ سروپ مری ہووے زندگی

بچ جاوے جی یہ لاج بھی میری رہے بجا

سندر نویلی رہ وکپا میں کیا کروں بیاں　　مُکھ واں جھمک رہا تھا کہ جوں ماہ آسماں
پوشاک بھی بدن پہ چمکتی تھی زر فشاں　　سر پاؤں سے بھری تھی وہ گہنے کے درمیاں

کیا وصف اُس کا ہو سکے زیب و نگار کا

دیکھا کُندن پور کے جو لوگوں نے ہر کو واں سب درشن اُن کے پا کے ہوئی جی میں شادماں
آپس میں سب وہ کہتے تھے نر اور ناریاں بر رُکمنی کے یہ ہوں تو ہو من کو سکھ ہو یاں
ہر دم اسی مراد کی مانگیں تھے سب دُعا

بھیکم جو ہر کے لینے کو آیا بہت خوشی درشن جو ہر کے پائے تو منتی بہت سی کی
اتنے میں رُکمنی جو تھی ہر کے لیئے کھڑی درشن جو پائے آ گیا واں اُس کے جی میں جی
ہر نے پکڑ کے ہاتھ لیا رتھ میں واں بٹھا

سسپال اپنے لے کے دھنک آ گیا وہاں یاں اُس کی ہر نے کاٹ بھگا یا اُسی ندان
آیا رُکم جو یاں یہ دھنک لے کے اور سناں اُس کو بھی ہر نے باندھ لیا کاٹ اُس کی بان
منتی سے رُکمنی نے دیا اُس کا جی چھٹا

سسپال کا بھی ہر نے دیا پل میں گر بھ کھو جو تھا غرور اُس کا سو سب ڈالا دم میں دھو
آیا رُکم بلی جو بہت کر کے گر بھ کو بالوں سے اُس کے ہاتھ بندھوا اور ہا وہ رو
سچ کہتے ہیں کہ گر بھ ہو جگ میں بہت بُرا

جب رُکمنی سے کہنے لگے تھیں کے واں یہ ہر سسپال کو گر بھ نے کیا سب میں خوار تر
کھو یا رُکم کو اور پھرا سندھ کو اودھر آئے تھے جس گر بھ سے وہ لڑنے کو اب ادھر
آخر اسی گر بھ نے دیا اُن کا سر جھکا

سسپال اور رُکم کا ہوا جب یہ حال واں بلدیو جی نے اُن کی کٹک سب بھگا ئی واں

لے رکمنی کو ہمراہ ہوئے پھر دوارکا رواں — جب آن پہنچے خوش ہوئی سب نر و ناریاں
دیکھا جمال اُن کا تو پایا بہت بھلا

پھر دیوکی جو آئیں بہت ہو کے خوش اِدھر — پانی پیا اُنھوں نے وہیں ہر پہ وار کر
سب ناریاں بھی آن کے بیٹھیں اِدھر اُدھر — جتنا صحن تھا گھر کا رہا سب وہ اُن سے بھر
شادی کے باجے بجنے لگے شور و غل مچا

سب دوارکا میں دھوم یہ شادی کی مچ گئی — باجے مجیرے طبلے دمامے بھی اور تری
در پر براتیوں کی بہت بھیڑ آ لگی — سو بیاہ سے دوار پہ وہ بندھن وار بھی بندھی
پنڈت بلا سگن سے وہ پھیرے دیے پھرا

بیٹھے تھے دوارکا کے یہاں خرد اور کبیر — ہوتے تھے راگ رنگ خوشی تھے جوان و پیر
سامان تھے ہزاروں ہی شادی کے دل پذیر — جو خوبیاں ہوئیں سو وہ کیا کیا کہے نظیر
اِس ٹھاٹھ سے وہ بیاہ عجب کشن کا ہوا

بلدیو جی کا میلا

کیا وہ دل ہر کوئی نویلا ہے — ناتھ ہی اور کہیں وہ چیلا ہے
موتیا ہے چنبیلی بیلا ہے — بھیڑ انبوہ ہے اکیلا ہے

شہری قصباتی اور گنوئیلا ہے ۔۔۔ نرا شرفی ہی پھیلا و ہیلا ہے
ایک کیا کیا وہ کھیل کھیلا ہے ۔۔۔ بھیڑ ہے خلقتوں کا ریلا ہے

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ہیں کہیں یار اور کہیں اغیار ۔۔۔ کہیں عاشق ہی اور کہیں دلدار
کہیں بستی ہے اور کہیں گلزار ۔۔۔ کہیں جنگل ہی اور کہیں بازار
وہی بھگتی ہے اور وہی اوتار ۔۔۔ اُس کی لیلا ہیں کس سی ہوں اظہار
آپ آتا ہے دیکھنے کو بہار ۔۔۔ آپ کہتا ہے یوں پکار پکار

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ہیں کہیں رام اور کہیں لچھمن ۔۔۔ کہیں کچھ مچھ ہے اور کہیں باون
کہیں باراہ کہیں مدن موہن ۔۔۔ کہیں بلدیو اور کہیں سی کشن
سب سروپوں میں ہیں اُسی کے جتن ۔۔۔ کہیں نرسنگھ ہے وہ نارائن
کہیں نکلا ہے سیر کو بن بن ۔۔۔ کہیں کہتا پھرے ہے یوں بن بن

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

آج میلے کا یاں جو ہے سامان　　آئے ہیں دور دور سے انسان
کوئی درشن کوئی دعائیں مان　　سب کی ہوتی ہیں مشکلیں آسان
ہر طرف کھل رہے گل و ریحان　　ہار بدھی مٹھائی اور پکوان
بھیڑ انبوہ غل دکان دکان　　اور بھی شور ہر گھڑی ہر آن

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بابدیو جی کا میلا ہے

اتنے لوگوں کے ٹھٹھ لگے ہیں آ　　جو کہ تل دھرنے کی نہیں ہے جا
لے کے مندر سے دو دو کوس لگا　　باغ و بن بھر رہے ہیں سب ہر جا
ہیں ہزاروں بساطی اور سودا　　لاکھوں بکتے ہیں گہنے اور مالا
بھیڑ انبوہ اور دھڑم دھڑکا　　جس طرف دیکھیے اہا ہا ہا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بابدیو جی کا میلا ہے

بسکہ اُمڈے ہیں خلقتوں کے دل　　جا بجا بھر رہے ہیں جنگل
چوک بازار فوج اور دنگل　　جنگلوں میں ہیں بج رہے منگل
کوئی انبوہ میں رہا ہے مچل　　کوئی دنگلوں میں ہو رہا ملدل
کتنے کرتے ہیں صحبت کو دا چھل　　کتنے کرتے ہیں مور چھل جھل جھل

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ہیں ہزاروں ہی جنس کے ہٹے — موتی مونگا اور آرسی پٹے
پیڑے لڈو، جلیبی اور گٹے — کولے نارنگی سنگترے، کھٹے
کوئی تو کر رہا ہے چھل بٹے — کوئی چڑھتا ہے کھیر کے چٹے
پڑے ہیں مندر کے کوٹھے اور اٹے — بوڑھے لڑکے جوان اور کٹے

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

لوگ چاروں طرف کے آتے ہیں — آ کے عیش و طرب مناتے ہیں
دل سے سب درشنوں کو جاتے ہیں — اپنے دل کی مراد پاتے ہیں
جھانجھ مردنگ دف بجاتے ہیں — راس منڈل بھجن سناتے ہیں
دل ہیں پھولے نہیں سماتے ہیں — سب یہ ہنس ہنس کے کہتے جاتے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ہر طرف گل بدن رنگیلے ہیں — نک پلک غنچہ لب سجیلے ہیں
بات کے ترچھے اور کٹیلے ہیں — دل کے لینے کو سب ہٹیلے ہیں

خشک نر نرم سوکھے گیلے ہیں ٹیڑھے بلدار اور نکیلے ہیں
جوڑے بلی سرخ سبز پیلے ہیں پیار الفت بہانے حیلے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

خلق آتی ہے سب جڑی جکڑی چیز رکھتے ہیں باندھ کر جکڑی
کوئی دوڑے ہے ہاتھ لے لکڑی دوڑ یو چور لے چلا گٹھڑی
جیب کتری کہیں گئی پکڑی کہیں لوٹی دوکان اور ٹھٹھری
چور نے ناک لی کہیں پکڑی سو تماشے ہنسی خوشی پھکڑی

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

کنڈ پر ہی نہان ہوتے ہیں جس میں گنگا برن کے سوتے ہیں
پانی لے ہاتھ منھ کو دھوتے ہیں کتنے کنگھی کٹورے پر دیتے ہیں
کتنے جا کر بنوں میں سوتے ہیں بندروں میں چنوں کو بوتے ہیں
ان بہاروں میں ہوش کھوتے ہیں سو مزے سو تماشے ہوتے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ناچ اور راگ کے کھڑاکے ہیں، گھنگرو اور تال کے جھٹاکے ہیں
نقلیں، فقتے، کہانی، ساکے ہیں کھنڈ دوہرے کبت کتھا کے ہیں
کہیں آغوش کے لپاکے ہیں کہیں بوسوں کے سوچپاکے ہیں
تھرتھری دانت پر کڑاکے ہیں تسپہ جاڑے کے سوجھڑاکے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

صحن مندر کا سب سے ہے اعلا اُس کا گنبد ہے عالمِ بالا
ہو رہا جھانکیوں کا اُجیالا پڑے جیسے ہے چاند پر ہالا
ہے کوئی درشنوں کا متوالا کوئی جپتا ہے دھیان میں مالا
کوئی ڈنڈوتیں کر رہا لالا کوئی جی جی کرے ہے دھن والا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

ہے جو مندر میں آپ رہ لائن ہر گھڑی میں بدل رہے ہیں بن
نئی پوشاک اور نئے بھوجن نئی جھانکی ہے اور نئے درشن
آرتی کی کہیں مچی ٹھن ٹھن کہیں گھنٹوں کی ہو رہی چھن چھن
تال مردنگ جھانجھ کی جھن جھن خاص پرشاد مصری اور مکھن

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

بسکہ آئے ہیں راجہ اور رانی   اور لاکھوں ہیں رانی لاثانی
بھیڑ انبوہ کی فراوانی   اور ہجوموں کی لاکھ طغیانی
پالکی ہاتھی گھوڑے رتھ یانی   جوگی بیراگی گیانی اور دھیانی
کچھ نہیں مول تول کیا مانی   پانی کا دودھ دودھ کا پانی

رنگ ہے روپا ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو.جی کا میلا ہے

کتنے کچے ہیں کتنے پکے ہیں   اُن کے منہ اور اچھال چھکے ہیں
چور نٹ کھٹ ہیں اور اُچکے ہیں   دودھ کھویا ملائی چکھے ہیں
بھیڑ انبوہ اور دھکے ہیں   دھوم دھوسوں کی اور دھڑکے ہیں
پالکی ہاتھی گھوڑے ڈکے ہیں   سو تماشے ہیں سو جھمکے ہیں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بادیو جی کا میلا ہے

لاکھوں بیٹھے بساطی اور منہار   اپنا سب گرم کر رہے بازار
چوڑی بنکڑی کی اک طرف جھنکار   ٹوکری پوتھ انگوٹھی چھلّے ہار

ٹوٹے پڑتے گنواری اور گنوار — جس گنواری کو چاہیئے دھکا مار
گر کے دے گالی یوں کہے ہو بیکار — کیسو اٹھلاتے چلے ہے داری وا

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

مٹی اور کاٹھ کے کھلونے ڈھیر — کوئی لیوے ہے کوئی دیوے پھیر
کوئی کھاری کے کر رہا ہے پھیر — کوئی کاچھن کے چن رہا ہے بیر
کوئی کنجڑن سے لڑ رہا منہ پھیر — کوئی بنیے کو مارتا ہے سیر
گالی ڈک مار کوٹ سانجھ سویر — لاٹھی پاٹھی ہے شور غل اندھیر

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

سیکڑوں رنگ رنگ کی چھڑیاں — پھول گیندے کے ہار کی لڑیاں
کہیں چھوٹیں انار پھلجھڑیاں — کہیں کھلتی ہیں دل کی گلجھڑیاں
کہیں الفت سے انکھڑیاں لڑیاں — کہیں باہیں گلے میں ہیں پڑیاں
عیش و عشرت کی لٹ رہیں دھڑیاں — دال موٹھیں منگوچی اور بڑیاں

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

لگ رہی بھیڑ اس قدر ٹھٹھ ہو — راہ آگے کو اور نہ پیچھے کو
جو جہاں تھا وہیں پھنسا ہو وو — جس کو کھینچے ہیں گر پڑا ہے وو
بیٹھے سہتے ہیں کھا کے دھکوں کو — جے مہاراج رام رام مجھ کو
اور گنور دل پکار کر ہو ہو — اب تو لٹھ دار ہے لگانے کو

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

کیا مچی ہے بہار جے بلدیو — عیش کے کاروبار جے بلدیو
دھوم بلبل و نہار جے بلدیو — ہر کہیں آشکار جے بلدیو
ہر زباں پہ ہزار جے بلدیو — دمبدم یادگار جے بلدیو
کہہ نظیر اب پکار جے بلدیو — سب کہو ایک بار جے بلدیو

رنگ ہے روپ ہے جھمیلا ہے
زور بلدیو جی کا میلا ہے

بھیروں بابا

دیکھا ہے جب سے میں نے تیرا جمال بھیروں
رکھتا ہوں تب سے دل میں تیرا خیال بھیروں

دن رات ہے یہ میرا تجھ سے سوال بھیروں
اب درد و غم سے آکر مجھ کو سنبھال بھیروں
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیونت مدھ مست کال بھیروں

آنکھوں میں چھا رہا ہے تیرا سروپ کالا
تن من بھبھوت مل کر گل بیچ منڈ مالا
آنکھیں دیا سی روشن ہاتھوں میں مے کا پیالا
ہوں دل سے داس تیرا اشٹن اے مرے دیالا
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیونت مدھ مست کال بھیروں

کیا کیا مچی ہیں تیرے دربار کی بہاریں
بھگتی کلا پہ تیری جی جان اپنا واریں
سب اپنا اپنا کارج من مانتا سنواریں
سیوک چرن کو چومیں اشٹ کھڑے پکاریں
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیونت مدھ مست کال بھیروں

ماتھے پہ تیرے ٹیکا سیندور کا براجے
مدھ پیوے پاس کھاوے جو تو کرے سو چھاجے
ترسول کا مدھ اوپر ڈورو کی گت بھی باجے
سب تج کے ہیں نے اب تو تیری دیا کے کاجے
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

تو راچھسوں کے تن سے ہر آن سر اکھاڑے
چاہے جسے بساوے چاہے جسے اُجاڑے
جو تجھ سے دو بدو ہو اک آن میں لتاڑے
دانوں کو چیر ڈالے دیبت کو پچھاڑے
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

غصے میں تو جو آکر اپنی جٹا ہلا دے
دھرتی آکاس پربت پاتال دہل جاوے
سر کاٹ راچھسوں کے جھونٹے پکڑ بلاوے
جھانکے کلال خانہ کتنوں کو خوں چٹاوے

تیری سمرن لگی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

جوگی اتیت جنگم تیرے چرن سے لاگیں
سیویں جو تجھ کو اُن کے سوتے نصیب جاگیں

جب نام لے کے تیرا بھڑکا ویں تپ کی آگیں
جن ہاتھ دیو جوڑیں بھوت اور پلید بھاگیں

تیری سمرن لگی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

ہے کون اب جو نکلے تجھ مست سے اکڑ کر
دشٹوں کو لات کی موذی کے سر کو ٹکّر

کرپا ہے تیری میرے حق میں تو قند و شکر
اب سب طرح سے میں نے تیری دیا کو تک کر

تیری سمرن لگی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

میرا تو کوئی اس جا اپنا ہے نے یگانا
بے کس ہوں بے ہنر ہوں اور ہے بد ازمانا

اے بے کسوں کے والی میری مدد کو آنا
تیرے سوا کسی جا میرا نہیں ٹھکانا

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

پوجا کتھا میں تیرے میں گن بکھانتا ہوں
تجھ کو ہی پوجتا ہوں تجھ کو ہی مانتا ہوں

دھول اب ترے چرن کی ماتھے پہ سانتا ہوں
تیرا ہی ہو رہا ہوں، تجھ کو ہی جانتا ہوں

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

نوشاہ میں بھکاری ہیں کیا کہوں کہ کیا دے
جو دل میں تیرے آوے داتا مجھے دلا دے

مجھ سے بگڑ چلے کو اب پھر سے بنا دے
اب جس طرح سے چاہے چنتا مری مٹا دے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

اب غم مرے جگر کو تیروں سے چھانتا ہے
اور گردبیکسی کی نت سر پہ چھانتا ہے

کس سے کہوں میں جا کر کون آہ مانتا ہے
جو دُکھ ہے میرے جی پر سو تو ہی جانتا ہے

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

جو دُکھ ہے میرے جی پر اب کس کو جا سُناؤں
کس سے پناہ مانگوں یہ دُکھ کسے دکھاؤں

اب بے کسی میں اپنی جا کر کسے بتاؤں
تیرا کہا کے اب میں کس کا بھلا کہاؤں

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مدھ مست کال بھیروں

اب کس طرح جتاؤں میں اپنی بیکلی کو
نے سُکھ ہے میرے دل کو نے چین میری جی کو

پوچھے جو میرے دُکھ کو اب کیا پڑی کسی کو
مجھ سے بھلے بُرے کی اب لاج ہے تجھی کو

تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مردھ مست کال بھیروں

ہے جن کا اب جہاں میں تجھ اشٹ کا سہارا
دن رات باجتا ہے اُن کا سدا نقارا
ہے یہ نظیر تیری کرپا کا ٹھاٹھ سارا
نانک جنے بجے ہے بھیروں سرن تمھارا
تیری سرن گہی ہے کر تو نہال بھیروں
اے پرتپال دیوت مردھ مست کال بھیروں

درگا جی کا درشن

من باش نہ کہیے کیونکر جی ہے کاشی نگری برشن کی
ہے نیرگیانی دھیانی کا ہر پنڈت اور دھن سرجن کی
جو بسنے ہارے دور کے ہیں ہم ہیں آنی وہی ترسن کی
اُس دیوی دیوی نٹ کھٹ کی ہو چاہ چرن بہمن کی

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے پرشن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درشن کی

اُس منڈل اونچے مکٹ میں جو دیبی آپ براجت ہیں
تن ابرن ایسے جھلکت ہیں جو دیکھ چندرماں لاجت ہیں
دھن پوجا کھن کھن کی ایسی نت نفیریاں نو باجت ہیں
اس مندر مورت دیبی کا جو برنن ہو سب چھاجت ہیں

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے پرشن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درشن کی

جو مہر سُنی اس دیبی کی وہ دور دسا سو دکھاوت ہے
جو دھیان لگا کر دھاوت ہے سب واکی آس بجھاوت ہے
جب کرپا واکی ہووت ہے تب درشن واکے پاوت ہے
مکھ دیکھت ہی جا صورت کا من تن میں سیس نواوت ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے پرشن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درشن کی

جو نیمی ہیں وا مورت کے وہ اُن کی بات سدھارن ہے
سکھ چین جو وا تیں مانگت ہیں وہ ان کی چنتا ہارن ہے

ہر گیانی واکی سرتن ہو ہر دھیانی سادھ ادھارن ہی
جو سیوک ہیں وا مورت کے وہ اُن کے کاج سنوارن ہی

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے برسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگاجی کے درشن کی

جب ہولی پاچھی پہ اُس جا گہ دن آکر منگل ہوتا ہے
ہر چار طرف اُس دیول میں انبوہ منبگل ہوتا ہے
ٹک دیکھو جیدھر آنکھ اُٹھانا ہر ریکا دل ہوتا ہے
ہر من میں منگل ہوتا ہی آنند بہ جھ پھل ہوتا ہے

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہے برسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگاجی کے درشن کی

جو باغ لگے ہیں مندر تک وہ لوگوں سی سب بھرتے ہیں
وہ چہلیں ہوتی ہیں جتنی سب من کے بیچ بسرتے نہیں
کچھ بیٹھے ہیں خوش وقتی سے دل عیش و طرب دھرتے ہیں
کچھ دیکھ بہاریں خوباں کی ساتھ اُن کے سیریں کرتے ہیں

پرسند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہی برسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگاجی کے درشن کی

جو چیزیں میلوں میں بکتی سب اُس جا آن جھمکتی ہیں
پوشاکیں جن کی زرّیں ہیں وہ تن پر خوب جھلکتی ہیں

محبوبوں سے بھی حسینوں کی ہر آن نگاہیں بکتی ہیں
یوں نام نظیرؔ اب کس کس کا جو خوبیاں آن جھمکتی ہیں

پر سند بہت من ہوتے ہیں یہ ریت رچی ہی برسن کی
تعریف کہوں میں کیا کیا کچھ اب درگا جی کے درشن کی

رکھشا بندھن

چلی آتی ہی انیو ہر کہیں بازار کی راکھی
سنہری سبز ریشم زرد اور گلنار کی راکھی
بنی ہی گو کہ نادر خوب ہر سردار کی راکھی
سلونوں میں عجب رنگیں ہی اُس دلدار کی راکھی
نہ پہونچے ایک گل کو یار جس گلزار کی راکھی

عیاں ہی اب نور انکھی بیج چمن بھی گل بھی شبنم بھی
جھمک جاتا ہی موتی اور جھلک جاتا ہی ریشم بھی
تماشا ہی اہا ہا ہا غنیمت ہے یہ عالم بھی
اٹھانا ہاتھ پیارے واہ واہ ٹک دیکھ لیں ہم بھی
تمھاری موتیوں کی اور زری کے تار کی راکھی

مچی ہی ہر طرف کیا کیا سلونوں کی بہار اب تو
ہر اک گل رو پھرے ہی راکھی باندھے ہاتھ میں خوش ہو

ہوس جو دل میں گذری ہے کہوں کیا آہ میں تم کو　　یہی آتا ہے جی میں بن کے بامن آج تو یارو
میں اپنے ہاتھ سے پیارے کے باندھوں پیار کی راکھی

ہوئی ہے زیب و زینت اور خوباں کو تو راکھی سے　　ولیکن تم سے اے جاں اور کچھ راکھی کے گل پھولے
دوانی بلبلیں ہوں دیکھ گل چننے لگیں تنکے　　تمہارے ہاتھ نے مہندی نے انگشتوں کے ناخن نے
گلستاں کی چمن کی باغ کی گلزار کی راکھی

ادا سے ہاتھ اٹھتے ہیں گل راکھی جو ہلتے ہیں　　کلیجے دیکھنے والوں کے کیا کیا آہ چھلتے ہیں
کہاں نازک یہ پہونچا اور کہاں یہ رنگ ملتے ہیں　　چمن میں شاخ پر کب اس طرح کے پھول کھلتے ہیں
جو کچھ خوبی میں ہے اس شوخ گل رخسار کی راکھی

پھریں ہیں راکھیاں باندھے جو ہر دم حسن کے تارے　　تو ان کی راکھیوں کو دیکھ اے جاں چاؤ کے مارے
پہن زنار اور قشقہ لگا ماتھے اوپر بارے　　نظیرؔ آیا ہے بامن بن کے راکھی باندھنے پیارے
بندھا لو اس سے تم ہنس کر اب اس تہوار کی راکھی

دیوالی

ہر اک مکاں میں جلا پھر دیا دوالی کا　　ہر اک طرف کو اجالا ہوا دوالی کا
سبھی کے دل میں سماں بھا گیا دوالی کا　　کسی کے دل کو مزہ خوش لگا دوالی کا

عجب بہار کا ہے دن بنا دوالی کا

جہاں میں یارو عجب طرح کا ہے یہ تیوہار　　کسی نے نقد لیا اور کوئی کرے ہے اُدھار
کھلونے کھیلوں بتاسوں کا گرم ہے بازار　　ہر اک دکاں میں چراغوں کی ہو رہی ہے بہار
سبھوں کو فکر ہے اب جا بجا دوالی کا

مٹھائیوں کی دکانیں لگا کے حلوائی　　پکارتے ہیں کہ لالہ دوالی ہے آئی
بتاسے لے کوئی برفی کسی نے تلوائی　　کھلونے والوں کی ان سے زیادہ بن آئی
گویا اُنھوں کے واں راج آگیا دوالی کا

نقد حرام کی کوڑی کا جن کا ہے بیوپار　　اُنھوں نے کھایا ہے اس دن کے واسطے ہی اُدھار
کہے ہے ہنس کے قرض خواہ سو ہر اک اکبار　　دوالی آئی ہے سب دے دلائینگے اے یار
خدا کے فضل سے ہے آسرا دوالی کا

مکان لیپ کے ٹھلیا جو کوری رکھوائی　　جلا چراغ کو کوڑی وہ جلد جھنکائی
اصل جواری تھے اُن میں تو جان سی آئی　　خوشی سے کود اُچھل کر پکارے او بھائی
شگون پہلے کرو تم ذرا دیوالی کا

شگن کی بازی لگی پہلی بار گنڈے کی　　پھر اُس سے بڑھ کے لگی تین چار گنڈے کی
پھری جو ایسی طرح بار بار گنڈے کی　　تو آگے لگنے لگی پھر ہزار گنڈے کی
کمال نرخ ہے پھر تو لگا دوالی کا

کسی نے گھر کی حویلی گرو رکھا ہاری　　　جو کچھ تھی جنس میتسر بنا بنا ہاری
کسی نے چیز کسی کی چرا اچھپا ہاری　　　کسی نے گٹھڑی پڑوسن کی اپنی لاہاری

یہ ہار جیت کا چرچا پڑا دوالی کا

کسی کو داؤں پہ لانگی موٹھ نے مارا　　　کسی کے گھر پہ دھرا سوختہ نے انگارا
کسی کو نردنے چوپڑ کے کر دیا زارا　　　لنگوٹی باندھ کے بیٹھا ازار تک ہارا

یہ شور آکے مچا جا بجا دوالی کا

کسی کی جورو کہے ہے پکار لے بھڑوے　　　بہو کی نوگری بیٹی کے ہاتھ کے کڑے دے
جو گھر میں آوے تو سب مل کے ہیں سو گھر ڈوبے　　　نکل تو یاں سے ترا کام یاں نہیں بھڑوے

خدا نے تجھ کو تو شہدا کیا دوالی کا

وہ اس کے جھونٹے پکڑ کر کہے ہے مارونگا　　　ترا جو گہنا ہے سب تار تار اتارونگا
حویلی اپنی تو اک داؤں پر میں ہارونگا　　　یہ سب تو ہارا ہوں خندی تجھے بھی ہارونگا

چڑھا ہے مجھ کو بھی اب تو نشہ دوالی کا

تجھے خبر نہیں خندی یہ لت وہ پیاری ہے　　　کسی زمانے میں آگے ہوا جو جواری ہے
تو اس نے جورو کی نتھ اور ازار اتاری ہے　　　ازار کیا ہے کہ جورو تلک بھی ہاری ہے

سنا یہ تو نے نہیں ماجرا دوالی کا

جہاں میں یہ جو دوالی کی سیر ہوتی ہے　　　تو زر سے ہوتی ہے اور زر بغیر ہوتی ہے

جو ہارے اُن پہ خرابی کی فیر ہوتی ہے اور اُن میں آن کے جن جن کی خیر ہوتی ہے
تو آڑے آتی ہے اُن کے دیا دوالی کا

یہ باتیں سچ ہیں نہ جھوٹ ان کو جانیو یارو نصیحتیں ہیں انھیں دل سے مانیو یارو
جہاں کو جاؤ یہ قصہ کہا بنیو یارو جو جواری ہو نہ برا اس کا مانیو یارو
نظیرؔ آپ بھی ہے جوار یا دوالی کا

بسنت

جب پھول کا سرسوں کے ہوا آکے کھلنا
اور عیش کی نظروں سے نگاہوں کا لڑنا

ہم نے بھی دل اپنے کے تئیں کر کے چپٹنا
اور ہنس کے کہا یار سے اے لکڑ بھونتا

سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

اک پھول کا گیندوں کے منگا یار سے مجرا
دس من کا لیا بار گندھا ہاتھ کا گجرا

جب آنکھ سے سورج کے ڈھلا رات کا گجرا
جا یار سے مل کر یہ کہا اے مرے رجرا

سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

تھے اپنے گلے میں تو کئی سن کے پڑے ہار
اور یار کے گجرے بھی تھے اک دھونکی مقدار
آنکھوں میں نشے مے کے اُبلتے تھے دھواں دھار
جو سامنے آتا تھا یہی کہتے تھے للکار
سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

پگڑی میں ہماری تھے جو گیندوں کے کئی پیڑ
ہر جھونک میں لگتی تھی بسنتوں کے تئیں ایڑ
ساقی نے بھی مٹکے سے دیا منھ کے تئیں بھیڑ
ہر بات میں ہوتی تھی اسی بات کی آ چھیڑ
سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

پھر راگ بسنتی کا ہوا آن کے کھٹکا
دھونسے کے برابر وہ لگا باجنے مٹکا
دل کھیت میں سرسوں کے ہر اک پھول میں اٹکا
ہر بات میں ہوتا تھا اسی بات کا لٹکا
سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

جب کھیت پہ سرسوں کے دبا جا کے قدم گاڑ
سب کھیت اوٹھا سر کے اوپر رکھ لیا جھاڑ

محبوب نرنگیلوں کی بھی اک ساتھ لگی جھاڑ
ہر جھاڑ سے سرسوں کے بھی کہتی تھی یہی جھاڑ

سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

خوش بیٹھے ہیں سب شاہ و وزیر آج اہا ہا
دل شاد ہیں ادنیٰ و فقیر آج اہا ہا
بلبل کی نکلتی ہے صفیر آج اہا ہا
کہتا یہی پھرتا ہے نظیر آج اہا ہا

سب کے تو بسنتیں ہیں پہ یاروں کا بسنتا

ہولی

پھر آن کے عشرت کا مچا ڈھنگ زمیں پر   اور عیش نے عرصہ ہے کیا تنگ زمیں پر
ہر دل کو خوشی کا ہوا آہنگ زمیں پر   ہوتا ہے کہیں راگ کہیں رنگ زمیں پر

بجتے ہیں کہیں تال کہیں زنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

گھنگرو کی پڑی آن کے پھر کان میں جھنکار   سارنگی ہوئی بین طنبوروں کی مددگار
طبلوں کے ٹھکے طبل پہ سازوں کے بجے تار   راگوں کے کہیں غل کہیں باجوں کی بندھی تار

ڈھولک کہیں جھنکار رہے ہیں مردنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

اس رات چمن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے   اور جنگل و بن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے
ہر شوخ کے تن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے   عاشق کے بدن پر بھی عجب رنگ چڑھا ہے

سب عیش کے رنگوں میں ہیں ہم رنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

مارا ہے نپٹ ہولی کے رنگوں نے عجب جوش   جو رنگ میں اک خلق ہی پھرتی ہے گل پوش
ہیں ناچ کہیں راگ کہیں رنگ کہیں نوش   پیتے ہیں نشے عیش میں سب لوٹیں ہیں مدہوش

معجون کہیں پیتے کہیں بھنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

میخانہ میں دیکھو تو عجب سیر ہی یارو   واں مست پڑے لوٹے ہیں اور گرتے ہیں ہو ہو
مستی سے سوا عیش نہیں ہوش کسی کو   شیشوں میں پیالوں میں صراحی میں خوشی ہو

اچھلے ہی پڑی بادۂ گل رنگ زمیں پر
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پر

گا گا کے پکاریں کہیں رنگوں کی چھڑک ہے — مینا کی بھبک اور کہیں ساغر کی چھلک ہے
طبلوں کی صدائیں کہیں تالوں کی جھنک ہے — تالی کی بہاریں کہیں ٹھلیا کی کھڑک ہے
بجتا ہے کہیں دف کہیں مرچنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

مستی میں اٹھا آنکھ جدھر دیکھو اہا ہا — ناچے ہے طوائف کہیں ٹھٹکے ہے بھویا
چلتے ہیں کہیں جام کہیں سوانگ کا چرچا — اور رنگ کو گلیوں میں جو دیکھا تو ہر اک جا
بہتی ہیں امنڈ کر چمن و گنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

معمور ہیں خوباں سے گلی کوچہ و بازار — اڑتا ہے عبیر اور کہیں پچکاری کی ہو مار
چھایا ہے گلالوں کا ہر اک جا پہ دھواں دھار — پڑتی ہے جدھر دیکھو ادھر رنگ کی بوچھار
ہے رنگ چھڑکنے سے ہر اک دنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

بھاگے ہے کہیں رنگ کسی پر جو کوئی ڈال — وہ پوٹلی مارے ہے اسے دوڑ کے فی الحال
یہ ٹانگ گھسیٹے تو وہ کھینچے ہے پکڑ بال — وہ ہاتھ مروڑے تو یہ توڑے ہے کھڑا گال
اس ڈھب سے ہر اک جا پہ ہے ڈھنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

بیٹھے ہیں سب آپس میں نہیں ایک بھی کڑوا   پچکاری اوٹھا کر کوئی چمکاوے ہے کھڑوا
بھرتے ہیں کہیں مشک کہیں رنگ کا گڑوا   کیا شاد وہ ہوتا ہے جسے کہتے ہیں بھڑوا

سنتے ہیں یہاں تک نہیں اب تنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

ہولی کی نظر اب جو بہاریں ہیں اہا ہا   محبوب رنگیلوں کی قطاریں ہیں اہا ہا
کپڑوں پہ جمی رنگ کی دھاریں ہیں اہا ہا   سب ہولی ہی ہولی ہی پکاریں ہیں اہا ہا

کیا عیش ہے کیا رنگ ہے کیا ڈھنگ زمیں پہ
ہولی نے مچایا ہے عجب رنگ زمیں پہ

بہار

چمن میں آج نسیم بہار آپہونچی   نوید نکہت گل بے شمار آپہونچی
صدائے قمری و صوت ہزار آپہونچی   جنوں کی فوج کی دل پہ پکار آپہونچی

ہزار شکر کہ فصل بہار آپہونچی

گئی نسیم کے ہاتھوں نکل سے باد سموم   گھٹائیں ابر بہاری کی تل رہی ہیں جھوم
تمام صحن چمن میں عجب مچی ہے دھوم   ادھر گلوں کے اوپر بلبلیں کریں ہیں ہجوم

ادھر سے مست صفت گلعذار آپہونچی

چمن کی سیر کو آئے ہیں لیکے بادہ کشاں ہوا ہے بادہ کشی کا بھی خوب ساساماں
نکالتے ہیں نشے مے کے دل کا سب ارماں ہوئی ہے گرم چمن بیچ مغچوں کی دوکان
شراب و شیشہ و ساغر کی بار آپہونچی

کھلے ہے چاروں طرف زور تختۂ گلزار چلے ہے سرد صبا اور نسیم عنبر بار
خبر سنی ہے کہ آتا ہے وہ گلِ بے خار گئی مصیبت روزِ فراق سب اکبار
کہ اب قریب شب وصلِ یار آپہونچی

کوئی ہے وصف کرے گل کی تاجداری کا کسی کو ذکر ہے بلبل کی بے قراری کا
نہیں یہ وقت مری جان اضطراری کا نہیں یہ وقت مری جان آہ وزاری کا
خوشی ہو اب کہ حد انتظار آپہونچی

برسات

ہیں اس ہوا میں کیا کیا برسات کی بہاریں
سبزوں کی لہلہاہٹ باغات کی بہاریں

بوندوں کی جھمجھاوٹ قطرات کی بہاریں
ہر بات کے تماشے ہر گھات کی بہاریں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بادل ہوا کے اوپر ہو مست چھا رہے ہیں
جھڑیوں کی مستیوں سے دھومیں مچا رہے ہیں
پڑتے ہیں پانی ہر جا جل تھل بنا رہے ہیں
گل زار بھیگتے ہیں سبزے نہا رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مارے ہے موج ڈابر دریا اُمنڈ رہے ہیں
مور و پپیہے کوئل کیا کیا اُمنڈ رہے ہیں
جھڑ کر رہی ہیں جھڑیاں نالے اُمنڈ رہے ہیں
برسے ہے منہ جھڑا جھڑ بادل گھمنڈ رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جنگل سب اپنے سر پر ہریالی سج رہے ہیں
گل پھول جھاڑ بوٹے کر اپنی دھج رہے ہیں
بجلی چمک رہی ہے بادل گرج رہے ہیں
اللہ کے نقارے نوبت کے بج رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بادل لگا ٹکوریں نوبت کی گت لگا دیں
جھینگر جھنگار اپنی سُرنائیاں بجا دیں

کر شور مور بگلے جھڑیوں کا منھ بلادیں
پی پی کریں پپیہے۔ بھنڈک ملاریں گادیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہر جا بچھا رہا ہے سبزا ہرے بچھونے
قدرت کے بچھ رہے ہیں ہر جا ہرے بچھونے
جنگلوں میں ہو رہے ہیں پیدا ہرے بچھونے
بچھوا دئے ہیں حق نے کیا کیا ہرے بچھونے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

سبزوں کی لہلہاہٹ کچھ ابر کی سیاہی
اور چھا رہی گھٹائیں سرخ اور سفید کاہی
سب بھیگتے ہیں گھر گھر لے ماہ تا بماہی
یہ رنگ کون رنگے تیرے سوا الٰہی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیا کیا رکھے ہے یا رب سامان تیری قدرت
بدلے ہے رنگ کیا کیا ہر آن تیری قدرت
سب مست ہو رہے ہیں پہچان تیری قدرت
تیتر پکارتے ہیں "سبحان تیری قدرت

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئل کی کوک میں بھی تیرا ہی نام ہیگا
اور مور کی زٹل میں تیرا پیام ہیگا
یہ رنگ سو مزے کا جو صبح و شام ہیگا
یہ اور کا نہیں ہے تیرا ہی کام ہیگا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بولیں بئے بٹیریں قمری پکارے کو کو
پی پی کرے پپیہا بگلے پکاریں تو تو
کیا ہدہدوں کی حق حق کیا فاختوں کی ہو ہو
سب رٹ رہے ہیں تجھ کو کیا پنکھ کیا پکھیرو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو مست ہوں اُدھر کے کر شور ناچتے ہیں
پیارے کا نام لے کر کیا زور ناچتے ہیں
بادل ہوا سے گر گر گھنگور ناچتے ہیں
مینڈک اچھل رہے ہیں اور مور ناچتے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو خوش ہیں وہ خوشی میں کاٹے ہیں رات ساری
جو غم میں ہیں اُنھوں پر گذرے ہے رات بھاری

سجنوں سے لگ رہی ہیں جو ہیں پیا کی پیاری
چھاتی پھٹے ہے اُن کی جو ہیں برہ کی ماری
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو عیش میں ہیں اُن کے جوڑے مہک رہے ہیں
جھولوں میں جھولتے ہیں گہنے جھلک رہے ہیں
جو دکھ میں ہیں سو اُن کے سینے پھڑک رہے ہیں
آہیں نکل رہی ہیں آنسو ٹپک رہے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں نے اپنی غم سے اب ہے یہ گت بنائی
میلے کچیلے کپڑے آنکھیں بھی ڈبڈبائی
نے گھر میں جھولا ڈالا نے اوڑھنی رنگائی
چھوٹا پڑا ہے چولھا ٹوٹی پڑی کڑھائی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

گاتی ہیں گیت کوئی جھولے پہ کر کے پھیرا
مارو جی آج کیجے یاں رین کا بسیرا

ہے خوش کوئی کسی کو ہے درد و غم نے گھیرا
منھ زرد بال بکھرے اور آنکھوں میں اندھیرا
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اور جن کو اب مہیا حسنوں کی ڈھیریاں ہیں
سرخ اور سنہرے کپڑے عشرت کی گھیریاں ہیں
محبوب دلبروں کی زلفیں بکھیریاں ہیں
جگنوں چمک رہے ہیں راتیں اندھیریاں ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

بیٹھے ہیں کتنے خوش ہو اونچے چھوا کے بنگلے
پیتے ہیں مے کے پیالے اور دیکھتے ہیں جنگلے
کتنے پھرے ہیں باہر خوباں کو اپنے سنگ لے
سب شاد ہو رہے ہیں عمدہ غریب کنگلے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنوں کو محلوں اندر رہے عیش کا نظارا
یا سائبان ستھرا یا بانس کا اسارا
کرتا ہے سیر کوئی کوٹھے کا لے سہارا
مفلس بھی کر رہا ہے پولے تلے گذارا

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

چھت گرنے کا کسی جا غل شور ہو رہا ہے
دیوار کا بھی دھڑکا کچھ ہوش کھو رہا ہے
در در حویلی والا ہر آن رو رہا ہے
مفلس تو جھونپڑے ہیں دل شاد ہو رہا ہے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

مدت سے ہو رہا ہے جن کا مکان پرانا
اُٹھکے ہے اُن کو منہ میں ہر آن چھت پہ جانا
کوئی پکارتا ہے ٹک موری کھول آنا
کوئی کہے ہے چل بھی کیوں ہو گیا دوانا
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی پکارتا ہے لو یہ مکان ٹپکا
گرتی ہے چھت کی مٹی اور سائبان ٹپکا
چھلنی ہوئی اٹاری کوٹھا ندان ٹپکا
باقی تھا اک اُسارا سو وہ بھی آن ٹپکا
کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

سبزوں پہ بیر بہوٹی ٹیلوں اوپر دھتورے
پسّو سے چھروں سے روئے کوئی بسورے
بچھو کسی کو کاٹے کیڑا کسی کو گھورے
آنگن میں کنسلائی کونوں میں کھنکھجورے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

پھنسی کسی کے تن میں سر پر کسی کے پھوڑے
چھاتی پہ گرمی دانے اور پیٹ میں دوڑے
کھا پوریاں کسی کو ہیں لگ رہے مروڑے
آتے ہیں دست جیسے دوڑیں عراقی گھوڑے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جس گل بدن کے تن میں پوشاک سوسنی ہے
سو وہ پری تو خاصی کالی گھٹا بنی ہے
اور جس پہ سرخ جوڑا یا اودی اوڑھنی ہے
اُس پر تو سب گھلاوٹ برسات کی چھنی ہے

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

پتلی جہاں کسی نے دال اور کڑھی پکائی
مکھی نے وہیں بولی آ اونٹ کی بُلائی

کوئی پکارتا ہے کیوں خیر تو ہے بھائی
ایسے جو کھانستے ہو کیا کالی مرچ کھائی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اور جس صنم کے تن میں جوڑا ہے زعفرانی
گلنار یا گلابی یا زرد سرخ دھانی
کچھ حسن کی چڑھائی اور کچھ نئی جوانی
جھولوں میں جھولتے ہیں اوپر پڑے ہیں پانی
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی تو جھولتے ہیں جھولے کی ڈور چھوڑے
یا ساتھیوں میں اپنے پانوں سے پانو جوڑے
بادل کھڑے ہیں سر پر برسے ہیں تھوڑے تھوڑے
بوندوں سے بھیگتے ہیں لال اور گلابی جوڑے
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنے شراب پی کر ہو مست چھک رہے ہیں
مے کے گلابی آگے پیالے چھلک رہے ہیں
ہوتا ہے ناچ گھر گھر گھنگھرو جھنک رہے ہیں
پڑتا ہے مینھ جھڑا جھڑ طبلے کھڑک رہے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہیں جن کے تن ملائم میدے کی جیسے لوئی
وہ اس ہوا میں خاصی اوڑھے پھریں ہیں لوئی
اور جن کی مفلسی نے شرم و حیا ہے کھوئی
ہے اُن کے سر پہ سرکی یا بوریے کی کھوئی

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنے پھرے ہیں اوڑھے پانی میں سرخ ٹپو
جو دیکھ سرخ بدلی ہوتی ہے اُن پہ لٹو
کتنوں کے گاڑی رتھ ہیں کتنوں کے گھوڑے ٹٹو
جس پاس کچھ نہیں ہے وہ ہم سا ہے نکھٹو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جو اس ہوا میں یارو دولت میں کچھ بڑے ہیں
ہے اُن کے سر پہ چھتری ہاتھی اوپر چڑھے ہیں
ہم سے غریب غربا کیچڑ میں گر پڑے ہیں
ہاتھوں میں جوتیاں ہیں اور پائینچے چڑھے ہیں

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

ہے جن کنے مہیا پکا پکایا کھانا
اُن کو پلنگ پہ بیٹھے جھڑیوں کا حظ اُڑانا

ہے جن کو اپنے گھر کا پان نون تیل لانا
ہے سر پہ اُن کے پنکھا یا چھاج ہی پُرانا
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

اُس رات میں جہاں تک گلزار بھیگتے ہیں
شہر و دیار کوچہ بازار بھیگتے ہیں
صحرا و جھاڑ بوٹے کہسار بھیگتے ہیں
عاشق تمہارے ہیں دلدار بھیگتے ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کوئی یار سے کہے ہے اے دلستان آؤ
بدلی بڑی اوٹھی ہے کہنے کو مان آؤ
کیا مینہ برس رہا ہے ہر اک مکان آؤ
راتیں اندھیریاں ہیں اے میری جان آؤ
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کیچڑ سے ہو رہی ہے جس جا زمیں پھسلنی
مشکل ہوئی ہے واں سے ہر اک کو راہ چلنی

پھسلا جو پانوں پگڑی مشکل ہے پھر سنبھلنی
جوتی گری تو واں سے کیا تاب پھر نکلنی

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کتنے تو کیچڑوں کی دلدل میں پھنس رہے ہیں
کپڑے تمام گندی دلدل میں پھنس رہے ہیں
کتنے اُٹھے ہیں مرمر کتنے اُکس رہے ہیں
وہ دُکھ میں پھنس رہے ہیں اور لوگ ہنس رہے ہیں

کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

کہتا ہے کوئی گر کر یہ اے خدا اُٹھے لیجو
کوئی ڈگمگا کے ہر دم کہتا ہے وائے لیجو
کوئی ہاتھ اُٹھا پکارے مجھ کو بھی ہائے لیجو
کوئی شور کر پکارے گرنے نہ پائے لیجو

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

گر کر کسی کے کپڑے دلدل میں ہیں معطر
پھسلا کوئی کسی کا کیچڑ میں منھ گیا بھر
اک دو نہیں پھسلتے کچھ ان میں آن اکثر
ہوتے ہیں سیکڑوں کے سر نیچے پانوں اوپر

کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں
یہ رُت وہ ہے کہ جس میں خورد و کبیر خوش ہیں
ادنیٰ غریب مفلس شاہ و وزیر خوش ہیں
معشوق شاد و خرم عاشق امیر خوش ہیں
جتنے ہیں اب جہاں میں سب اے نظیر خوش ہیں
کیا کیا مچی ہیں یارو برسات کی بہاریں

جاڑے کا موسم

جب ماہ اگہن کا ڈھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
اور ہنس ہنس پوس سنبھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
دن جلدی جلدی چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
پالا اور برف پگھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
چلّا غم ٹھونک اُچھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی
دل ٹھوکر مار پچھاڑا ہو اور دل سے ہوتی کشتی سی
تھر تھر کا زور اکھاڑا ہو بجتی ہو سب کی بتّیسی
ہو شور پھپھو ہو ہو کا اور دھوم ہو سی سی سی سی کی
کلّے پہ کلّہ لگ کر چلتی ہو منھ میں چکّی سی

ہر دانت چنے سے دلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر ایک مکاں میں سردی نے آ باندھ دیا ہو یہ چکر
جو ہر دم کپ کپ ہوتی ہو ہر آن کڑاکڑ اور تھر تھر
پیٹھی ہو سردی رگ رگ میں اور برف پگھلتا ہو پتھر
جھڑ باندھ مہاوٹ پڑتی ہو اور تس پر لہریں لے کر
سناٹا باد کا چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر چار طرف سے سردی ہو اور صحن کھلا ہو کوٹھے کا
اور تن میں نیمہ شبنم کا ہو جس میں خس کا عطر لگا
چھڑکاؤ ہوا ہو پانی کا اور خوب پلنگ بھی ہو بھیگا
ہاتھوں میں پیالہ شربت کا ہو آگے ہو فراش کھڑا
فراش بھی پنکھا جھلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہو فرش بچھا غالیچوں کا اور پردے چھوٹے ہوں آ کر
اک گرم انگیٹھی جلتی ہو اور شمع ہو روشن گھر اندر
وہ دلبر شوخ پری چنچل ہے دھوم مچی جس کی گھر گھر
ریشم کی نرم نہالی پر سو ناز و ادا سے ہنس ہنس کر
پہلو کے بیچ مچلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ترتیب بنی ہو مجلس کی اور کافر ناچنے والے ہوں
منھ اُن کے چاند کے ٹکڑے ہوں تن اُن کے روئی کے گالے ہوں
پوشاکیں نازک رنگوں کی اور اوڑھے شال دوشالے ہوں
کچھ ناچ اور رنگ کی دھومیں ہوں کچھ عیش ہیں ہم متوالے ہوں
پیالہ پہ پیالہ چلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

ہر ایک مکاں ہو خلوت کا اور عیش کی سب تیاری ہو
سب عیش مہیا ہو آ کر جس جس ارماں کی باری ہو
دل دیکھ نظیرؔ اُس کی چھب کو ہر آن ادا پر واری ہو
گھر کرلے جو سب کی آنکھوں میں وہ صورت پیاری پیاری ہو
جب سب ارمان نکلتا ہو تب دیکھ بہاریں جاڑے کی

مفلسی

جب آدمی کے حال پہ آتی ہے مفلسی کس کس طرح سے اُس کو ستاتی ہے مفلسی
پیاسا تمام روز بٹھاتی ہے مفلسی بھوکا تمام رات سلاتی ہے مفلسی
یہ دُکھ وہ جانے جس پہ کہ آتی ہے مفلسی

کہیے تو اب حکیم کی سب سے بڑی ہے شاں تعظیم جس کی کرتے ہیں نواب اور خاں

مفلس ہوئی تو حضرتِ لقمان کیا ہیں یاں　　عیسیٰ بھی ہو تو کوئی نہیں پوچھتا میاں
حکمت حکیم کی بھی ڈوباتی ہے مفلسی

جو اہلِ فضل عالم و فاضل کہلاتے ہیں　　مفلس ہوئے تو کلمہ تلک بھول جاتے ہیں
پوچھے کوئی الف تو اُسے بے بتاتے ہیں　　وہ جو غریب غربا کے لڑکے پڑھاتے ہیں
اُن کی تو عمر بھر نہیں جاتی ہے مفلسی

مفلس کرے جو آن کے محفل کے بیچ حال　　سب جانیں روٹیوں کا یہ ڈالا ہے اس نے جال
گر گر پڑے تو کوئی نہ لیوے اُسے سنبھال　　مفلس میں ہوویں لاکھ اگر علم اور کمال
سب خاک بیچ آکے ملاتی ہے مفلسی

مفلس کی کچھ نظر نہیں رہتی ہے آن پر　　دیتا ہے اپنی جان وہ ایک ایک نان پر
ہر آن ٹوٹ پڑتا ہے روٹی کے خوان پر　　جس طرح کتے لڑتے ہیں اک استخوان پر
ویسا ہی مفلسوں کو لڑاتی ہے مفلسی

کرتا نہیں حیا سے جو کوئی وہ کام آہ　　مفلس کرے ہے اُس کے تئیں انصرام آہ
سمجھے نہ کچھ حلال نہ جانے حرام آہ　　کہتے ہیں جس کو شرم و حیا ننگ و نام آہ
وہ سب حیا و شرم اُڑاتی ہے مفلسی

جب روٹیوں کے بٹنے کا آ کر پڑے شمار　　مفلس کو دیویں ایک تونگر کو چار چار
گر اور مانگے وہ تو اُسے جھڑکیں بار بار　　اس مفلسی کا آہ بیاں کیا کروں میں یار

مفلس کو اس جگہ بھی چباتی ہے مفلسی

لازم ہے گر غمی میں کوئی شور و غل مچائے
مفلس بغیر غم کے ہی کرتا ہے ہائے ہائے
مر جائے گر کوئی تو کہاں سے اسے اوڑھائے
اس مفلسی کی خواریاں کیا کیا کہوں میں ہائے
مردے کو بے کفن کے گڑاتی ہے مفلسی

کیا کیا میں مفلسی کی کہوں خواری پھکڑیاں
جھاڑو بغیر گھر میں بکھرتی ہیں جھکڑیاں
کونوں میں جالے لپٹے ہیں چھپر میں مکڑیاں
پیدا نہ ہو دیں جن کے جلانے کو لکڑیاں
دریا میں ان کے مردے بہاتی ہے مفلسی

بی بی کی نتھ نہ لڑکوں کے ہاتھوں کڑے رہے
کپڑے میاں کے بنیے کے گھر میں پڑے رہے
جب کڑیاں بک گئیں تو کھنڈر میں اڑے رہے
زنجیر نے کواڑ نہ پتھر گڑے رہے
آخر کو اینٹ اینٹ کھداتی ہے مفلسی

نقاش پر بھی زور جب آ مفلسی کرے
سب رنگ دم میں کر دے مصور کے کرکرے
صورت بھی اس کی دیکھ کے منہ کھنچ رہے پرے
تصویر اور نقش میں کیا رنگ وہ بھرے
اس کے تو منہ کا رنگ اڑاتی ہے مفلسی

مفلس جو بیاہ بیٹی کا کرتا ہے بول بول
پیسا کہاں جو جا کے وہ لاوے جہیز مول
جورو کا وہ گلا ہے کہ پھوٹا ہو جیسے ڈھول
گھر کی حلال خوری تلک کرتی ہے ٹھٹھول
ہیبت تمام اس کی اٹھاتی ہے مفلسی

بیٹے کا بیاہ ہو تو نہ بھائی نہ ساتھی ہی   نے روشنی نہ باجے کی آواز آتی ہی
ماں پیچھے ایک میلی چدر اوڑھے جاتی ہی   بیٹا بنا ہی دولہا تو باوا براتی ہی
مفلس کی یہ برات چڑھاتی ہے مفلسی

گر بیاہ کر چلا ہے سحر کو تو یہ بلا   شہدا زنانہ ہیجڑا اور بھاٹ منڈ چڑا
کھینچے ہوئے اُسے چلے جاتے ہیں جا بجا   وہ آگے آگے لڑتا ہوا جاتا ہے چلا
اور پیچھے تھپڑیوں کو بجاتی ہے مفلسی

دروازے پر زنانے بجاتے ہیں تالیاں   اور گھر میں بیٹھی ڈومنی دیتی ہی گالیاں
مالن گلے کا ہار ہو دوڑی لے ڈالیاں   سقہ کھڑا سناتا ہے باتیں رذالیاں
یہ خواری یہ خرابی دکھاتی ہے مفلسی

کوئی شوم بے حیا کوئی بولا نکھٹو ہے   بیٹے نے جانا باپ تو میرا نکھٹو ہے
بیٹے پکارتے ہیں کہ بابا نکھٹو ہے   بی بی یہ دل میں کہتی ہی اچھا نکھٹو ہے
آخر نکھٹو نام دھراتی ہے مفلسی

چولھے توا نہ پانی کے مٹکے میں آبی ہی   پینے کو کچھ نہ کھانے کو اور نے رکابی ہی
مفلس کے ساتھ سب کے تئیں بے حجابی ہی   مفلس کی جورو سچ ہی کہ ہاں سب کی بھابی ہی
عزت سب اُس کے دل کی گنواتی ہی مفلسی

کیسا ہی آدمی ہو پر افلاس کے طفیل   کوئی گدھا کہے اوسے ٹھہرا دے کوئی بیل

کپڑے پھٹے تمام بڑھے بال پھیل پھیل — منہ خشک دانت زرد بدن پر جما ہے میل
سب شکل قیدیوں کی بناتی ہے مفلسی

ہر آن دوستوں کی محبت گھٹاتی ہے — جو آشنا ہیں اُن کی تو اُلفت گھٹاتی ہے
اپنے کی مہر غیر کی چاہت گھٹاتی ہے — شرم و حیا و عزت و حرمت گھٹاتی ہے
ہاں ناخن اور بال بڑھاتی ہے مفلسی

جب مفلسی ہوئی تو شرافت کہاں رہی — وہ قدر ذات کی وہ نجابت کہاں رہی
کپڑے پھٹے تو لوگوں میں عزت کہاں رہی — تعظیم اور تواضع کی حاجت کہاں رہی
مجلس کی جوتیوں پہ بٹھاتی ہے مفلسی

رکھتی نہیں کسی کی یہ غیرت کی آن کو — سب خاک میں ملاتی ہے حرمت کی شان کو
سو محنتوں میں اس کی کھپاتی ہے جان کو — چوری پہ آکے ڈالے ہے مفلس کے دھیان کو
آخر ندان بھیک منگاتی ہے مفلسی

دنیا میں لے کے شاہ سے اے یار تا فقیر — خالق نہ مفلسی میں کسی کو کرے اسیر
اشراف کو بناتی ہے اک آن میں حقیر — کیا کیا میں مفلسی کی خرابی کہوں نظیر
وہ جانے جس کے دل کو جلاتی ہے مفلسی

نظیر کا مسلک

انتخاب از نظم فنا و بقا

جھگڑا نہ کرے ملت و مذہب کا کوئی یاں — جس راہ میں جو آن پڑے خوش رہے ہر آ
زنار گلے یا کہ بغل بیچ ہو قرآں — عاشق تو قلندر رہیا نہ ہندو نہ مسلما
کافر نہ کوئی صاحب اسلام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

یہ شعر و غزل اب جو بناتے ہیں زبانی — آگے بھی بہت چھوڑ گئے اپنی نشا
دیوان بنا یا کوئی قصہ کہ کہانی — کچھ باقی نظیر اب نہیں سب چیز ہی فا
خمسہ نہ غزل، فرد نہ ایہام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

تمام شد

مطبوعہ نظامی پریس بدایوں

۳۲ن ۸۹۱۶۴۳۱۳

(ن ۳۲ ن)

۳۲۲۹۲

Date	No.	Date	No.
Nazir	Husain	Khan	Khan
		(CB 999)	